۷۸۶/۹۲

انٹرنیشنل صوفی سنٹر بنگلور سے جاری کردہ

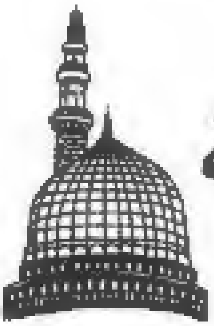

اَنوَارُالصُّوفِیَّہ

بنگلور

علم تصوّف و عرفان کا
جامع چار ماہی رسالہ

بابت ستمبر 2010 تا اپریل 2011

جمادی الآخر تا ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ

جلد ۵ تا ۷ ———— شمارہ ۱۷

انٹرنیشنل صوفی سنٹر (رجسٹرڈ)

بنگلور

3/28 1st Cross V.R. Puram
Palace Guttahalli, Bangalore 560 003
Karnataka State (India)
Contact: 23444594

Please Visit our Website : www.internationalsuficentre.org

انٹرنیشنل صوفی سنٹر بنگلور

مجلس ٹرسٹیان

(1)	سید احمد ایثار صاحب	صدر
(2)	جناب اے اے خطیب	مینیجنگ ٹرسٹی
(3)	جناب محمد تاج الدین انور	خازن
(4)	ڈاکٹر سید لیاقت پیراں	ٹرسٹی
(5)	ایس۔ یم۔ اقبال احمد صاحب	ٹرسٹی
(6)	جناب عزیز اللہ بیگ	ٹرسٹی
(7)	جنابہ شائستہ یوسف صاحبہ	ٹرسٹی

اغراض ومقاصد

۱۔ اسلوب تصوف پر عوام میں چرچہ کرنا۔

۲۔ تصوف کی روایات اور تعلیمات کا بغرض باہمی اتحاد واتفاق واخوت عوام کو بہرہ ور کرنا۔

۳۔ اہل تصوف کے سوانح حیات اور ان کے اقوال پر کتب کا شائع کرنا۔

۴۔ صوفی مسلک پر سیمینار اور تقاریر کا اہتمام کرنا۔

۵۔ جملہ اہل تصوف اور اسلوب تصوف سے منسلک اصحاب کا اجتماع بغرض عالمی برادرانہ اخوت کو منعقد کرنا

قیمت فی رسالہ 25 روپے

قیمت سالانہ 100 روپے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

فخر عالم مدد ے دلبر داور مددے
یا محمدؐ بمن عاصی وحقظر مددے
نور اول مددے مرسل آخر مددے
صاحب جود وعطا سید وسرور مددے
رہبر کل مددے محسن اکبر مددے
ابر رحمت مددے شافع محشر مددے
تشنہ کام آمدہ ام بردرت اے بندہ نواز
بحر رحمت مددے ساقی کوثر مددے
از غم ورنج والم گشتہ پریشاں شارب
بہر حسنینؑ وبے زہراؑ وحیدرؑ مددے

بفضل تعالیٰ ماہانہ جلسہ باقاعدہ منعقد کیا جارہا ہے۔ اس ماہ 77 ر ماہانہ جلسہ منعقد ہوا جس میں کثیر تعداد میں لوگ شرکت کیے۔ جس میں غیر قوم بھی شامل تھے۔

الحمدللہ سترہ واں شمارہ پیش خدمت ہے۔ چند نا گزیر حالات کی وجہ سے اس کے شائع کرنے میں کافی تاخیر ہوئی جس کا ہمیں افسوس ہے۔ انشاء اللہ العزیز آئندہ بروقت شائع کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

خاکپائے اولیاء کرام

اے اے خطیب

چیف اڈیٹر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد باری تعالیٰ

از: خواجہ محمد اکبر وارثی۔ حیدر آباد

تجھے ڈھونڈتا تھا میں چار سو تری شان جل جلالہ
تو ملا قریب رگ گلو ۔ تری شان جل جلالہ
تری یاد میں ہے کلی کلی، ہے چمن چمن میں ہوا لعلی
تو بسا ہے پھول میں ہو بہو، تری شان جل جلالہ
تری جستجو میں ہے فاختہ، کہ کہاں تو جلوہ دکھائے گا
اسے دردکو کو ہے کوبہ کو، تری شان جل جلالہ
گرے قطرے ابر سے خاک پر، تو یہ بولا سبزہ اٹھا کے سر
دیا غیب سے مجھے آب جو، تیری شان جل جلا لہ
ترا رنگ لعل وگہر میں ہے، ترا نور شمس وقمر میں ہے
تری ذات عمم نوالہ، تری شان۔ جل جلالہ
ترے حکم سے جو ہوا چلی، تو چٹک کے بولی کلی کلی
ہے کریم تو، ہے رحیم تو، تری شان جل جلالہ
ترا ڈالی ڈالی پہ وصف ہے، تری پتے پتے پہ حمد ہے
ترا غنچے غنچے پہ رنگ وبو تری شان جل جلالہ
ترا جلوہ دونوں جہاں میں ہے، ترا نور کون ومکاں میں ہے
یہاں تو ہی تو، وہاں تو ہی تو تری شان جل جلالہ
ہے دعائے اکبر ناتواں نہ تھمے قلم نہ رکے زباں
میں لکھوں پڑھوں یہی باوضو۔ تری شان جل جلالہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نعت شریف

مخمس بر غزل مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ

از: حضرت شاہ خاموشؒ حیدرآباد

پری رُو کا ہو سودا پریشان حال ہوں بردم متاعِ دل دیا ہوں میں نہ کیوں ہو دل میرا برہم
جو جی چاہے سو کہتے ہیں ہر ایک مخلوق اور عالم نہ من بیہودہ گرد کوچہ وبازار می گردم
مذاق عاشقی دارم پے دیداری گردم

نہ شادی کی مجھے شادی نہ غم کا ہے مجھے کچھ غم محبت کا میں بندہ ہوں میرا مستی کا ہے عالم
میرا تو سجدہ گہ ہوں ابروئے دلدار کا ہے خم شرابِ شوق می نوشم بگردِ یاری گردم
سخن مستانہ می گویم دلے ہشیار میگردم

نہ چھوڑا بحر کو ہرگز ہوا بیڑا سرگرداں خدا بس اپنا حافظ ہے اگر ہے موج اور طوفاں
کبھی اللہ بھر دے گا دُرِ مقصود سے داماں ہزاراں غوطہا خوردم دریں دریائے بے پایاں
برائے گوہرِ معنی بدریا قصری گردم

برا ہوں میں تو ہوں تیرا بھلا ہوں میں تو ہوں تیرا وسیلہ کوئی نہیں مجھ کو سوا تیرے مرے مولا
میں اب خاموش بیٹھا ہوں زباں سے کہہ نہیں سکتا بیا شاہا عنایت کن تو مولانائے رُومی را
غلام شمس تبریزم قلندر واری گردم

ماخوذ: دیوانِ خاموشؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آیات قرآنی: شان حبیب الرحمٰن

از:...... حضرت مولانا مفتی احمد یار خاں صاحب نعیمی مدظلہ بدایونی

آیت ۳۹: خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَ صَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ وَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (پارہ ۱۱ سورۃ التوبہ رکوع ۱۲) اے محبوب ان کے مالوں سے صدقہ وصول فرماؤ جس سے تم ان کو ستھرا اور پاکیزہ کردو اور ان کے حق میں دعائے خیر کرو بے شک تمہاری دعا ان کے دلوں کا چین ہے اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔

یہ آیت کریمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی ایسی شانیں بیان فرما رہی ہیں کہ سبحان اللہ قربان جایئے شان نزول اس آیت کا یہ ہے کہ جب غزوہ تبوک ہوا تو مدینہ منورہ کے مومنین کی ایک جماعت اس میں شامل نہ ہوسکی اپنے کاروبار میں مشغولیت کی وجہ سے جب رسول اللہ علیہ السلام مع مجاہدین کے واپس تشریف لائے تو انہوں نے اپنے جسموں کو مسجد نبوی کے ستونوں سے باندھ دیا اور قسم کھالی کہ ہم کو حضور علیہ السلام اپنے مبارک ہاتھوں سے کھولیں گے جب حضور علیہ السلام نے ملاحظہ فرمایا تو پوچھا یہ کون لوگ ہیں اور انہوں نے اپنے کو کیوں باندھا ہے' تو لوگوں نے عرض کیا کہ حضور ان سے یہ قصور ہوا کہ آپ کے ساتھ جہاد میں شرکت نہ کی اب شرمندہ ہیں اور توبہ کرتے ہیں فرمایا قسم رب کی اس وقت تک ان لوگوں کو نہ کھولوں گا جب تک رب کا حکم نہ آئے کہ کھول دو پھر ان کی توبہ قبول کی گئی اور یہ حضرات کھولے گئے۔

تب ان صاحبوں نے اپنا مال پیش کیا چوں کہ اس مال میں مشغولیت کی وجہ سے ہم جہاد سے رک گئے لہذا یہ مال بطور کفارہ حاضر ہے' حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے اس مال کے لئے حکم نہیں فرمایا گیا ہے۔ اس پر یہ آیت کریمہ اتری (خزائن العرفان) اور فرمایا گیا کہ اے محبوب آپ ان کا یہ مال وصول فرمالو اور ان کے لئے دعا بھی فرمالو کیونکہ تمہاری یاد سے ان کے دلوں کو چین ہوتا ہے آخر تمہارے ہیں اگر تم ہی ناراض ہو جاؤ تو کس کے ہو کر رہیں اور ان کو پاک فرمادو۔

اس آیت سے چند طرح سے حضور علیہ السلام کی نعت ثابت ہوئی۔ اولاً تو اس طرح کہ لاکھ عمل کیے جاویں مگران کی مقبولیت توجہ محبوب سے ہوتی ہے۔ صدقہ کرنا خدا کی عبادت ہے۔ مگر قبول ہو بطفیل حضور علیہ السلام۔ دوسرے یہ کہ صحابہ کرام کا عقیدہ تھا کہ گناہوں کی معافی حضور علیہ السلام کے ذریعہ سے ہوتی ہے تب ہی تو مسجد نبوی میں آئے اور حضور علیہ السلام سے اپنے آپ کو کھلوانے کے خواہش مند ہوئے تیسرے اس طرح کہ حضور علیہ السلام کو ہر گندگی گناہ سے پاک فرمانے والے ہیں اعمال صالحہ تو ذریعہ پاکی ہیں' یہاں فرمایا گیا کہ تم ان کے صدقہ کے ذریعہ سے پاک کر دو۔ اگر لاکھوں عبادات کی جاویں اور بارگاہ رسالت میں قبولیت نہ ہو تو سب بیکار ہیں اور کرنے والا ویسا ہی گندا ہے۔ چوتھے یہ کہ عادت اللہ یہ جاری ہے کہ جب کوئی بھی رحمت بھیجنا ہوتی ہے تو رب تعالیٰ محبوب سے فرماتا ہے کہ پیارے تم یہ ہم سے ان کے لئے مانگو تب ہم بھیجیں۔ اس لئے فرمایا گیا کہ تم ان کے حق میں دعا کرو۔

ع: تیری رضا حلیف قضا و قدر کی ہے

وہ اس پر بھی قادر تھا کہ بغیر دعائے محبوب نازل فرماتا' مگر نہیں بلکہ فرماتا ہے کہ تم دعا کرو تو ہم رحمت کریں۔ حدیث پاک میں ارشاد ہوا کہ ہر جمعہ اور دوشنبہ کو تمام اعمال نامۂ اعمال ہماری بارگاہ میں پیش ہوتے ہیں اور ہم سب کے گناہوں کی مغفرت کے لئے دعا فرماتے ہیں اب بھی یہ اعمال کی پیشی کس لئے ہوتی ہے اسی لئے کہ قبول کی شرط دعائے محبوب ہے۔ پانچویں اس طرح کہ صحابہ کرام کو حضور علیہ السلام کی دعا سے چین آتا تھا۔

ان کا مبارک نام بھی بے چین دل کا چین ہے   جو مریض لادوا اُسکی دوا یہ ہی تو ہیں

انسان تو پھر بھی عقل رکھتا ہے۔ آپ کی ذات سے آپ کے کلام سے تو اونٹ' ہرن' اور سوکھی لکڑیاں چین پاتی ہیں۔ حنانہ ستون فراق میں رویا' اونٹ نے مالک کی شکایت کی۔ ہرنی شکاری کے جال میں پھنس گئی اس نے حضور علیہ السلام سے شکایت کی کہ میرے بچے بھوکے ہیں۔ اگر کچھ دیر کیلئے اجازت مل جاوے تو بچوں کو دودھ پلا کر ابھی حاضر ہوتی ہوں۔ دیکھو مشکوٰۃ شریف اور ہرنی کا واقعہ دیکھو شرح دلائل الخیرات حزب دوم یوم سہ شنبہ۔ غرضکہ آپ کی ذات پاک تمام مخلوق کے دل کا چین ہے۔ جس کو ان کے نام سے چین نہ آوے وہ اپنی فطرت سے گر گیا۔ جیسے کہ بخار والا میٹھی چیز کو کڑوی محسوس کرتا ہے۔

آیت ۳۰: **لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ** (پارہ ۱۱ سورہ توبہ رکوع ۱۶) بیشک تمہارے پاس تشریف لائے ہیں تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے۔ تمہاری بھلائی کے بہت چاہنے والے ہیں۔

مسلمانوں پر بہت کرم والے مہربان ہیں۔

یہ آیت کریمہ کیا ہے حضور علیہ السلام کی نعت کا گنجینہ ہے۔ اس میں حضور علیہ السلام کا میلاد پاک ک
ارشاد ہوا ہے کیونکہ حضور علیہ السلام کی تشریف آوری کا ذکر کرنا ہی تو میلاد ہے۔ تمام لوگ حضور علیہ السلام ک
دنیا میں آنا جانتے تھے۔ پھر جانی ہوئی چیز کو کیوں بیان فرمایا۔ اس لئے کہ اس سے ولادت کا ذکر ہوا۔ او
حضور علیہ السلام کی عزت کا اظہار اور پیغمبروں نے بھی اپنی امتوں کے سامنے حضور کے آنے کی بشارت
دی تھی معلوم ہوا کہ میلاد پاک سنت الٰہیہ اور سنت انبیاء ہے۔

اس آیت میں حضور علیہ السلام کے چھ وصف بیان ہوئے (۱) رسول (۲) تم میں سے (۳) ان پ
تمہاری تکلیف بھاری پڑتی ہے (۴) تم پر حریص ہیں (۵) مسلمانوں پر رؤف (۶) رحیم ہیں۔

رسول کی تشریف آوری ماننا اسی پر تو ایمان کا دارومدار ہے بشریا اپنا مثل اور بھائی ماننے سے کوئ
مسلمان نہیں ہوتا' ابولہب نے بھتیجہ ہونے کی وجہ سے ولادت کی خوشی منائی' اور ابوطالب نے بھی اسی رشتہ
کی وجہ سے خدمت کی۔ اگر رسول ہونے کی وجہ سے یہ کام کرتے تو مسلمان اور صحابی ہوتے۔ اس لئے
یہاں رَسُوْل' فرمایا گیا۔

یہاں 'رَسُــوْل' فرمایا اور آیت معراج میں بعبدہٖ فرمایا۔ کیونکہ حضور رب کی بارگاہ میں شان
بندگی سے حاضر ہوئے ہمارے پاس پیغمبری کی شان سے تشریف لائے گئے بندے ہو کر آئے رسول' او
ہاں' نعت اللہ ہو کر' موقع کے مطابق القاب بولے جاتے ہیں۔ جو شخص انہیں بندہ کہہ کر پکارے وہ ای
ہے کہ بیوی اپنے شوہر کو بیٹا کہہ کر پکارے' یا تو رسول کے معنی ہیں بڑا رسول یا وہ رسول یعنی میثاق والا پیغم
من انفسکم میں دو قراتیں ہیں ایک توف کا زبر اور دوسرے ف کا پیش۔ اگر زبر پڑھا جاوے تو معنے ہوں
گے تم میں سے نفیس ترین اور بہترین جماعت میں آئے۔ اور واقعہ ہے کہ تمام دنیا میں عرب افضل' عرب
میں قریش بہتر اور قریش میں بنی ہاشم' حضور علیہ السلام بنی ہاشم میں پیدا ہوئے اسی طرح تمام زبانوں میں
عربی زبان بہتر کیونکہ عربی میں قرآن آیا اور بعد موت تما کن کی زبان عربی ہے جنت والوں کی زبان
عربی اور حضور علیہ السلام کی زبان بھی عربی ہے۔

نیز تمام دنیا کے شہروں میں مکہ معظمہ اعلیٰ شہر وہی حضور علیہ السلام کا ولادت گاہ' اسی طرح تمام نسبوں
میں حضور علیہ السلام کا نسب پاک نہایت پاک اور ستھرا از آدم تا حضرت عبداللہ کوئی زانی نہ گذرا حضور علیہ
السلام ہر زمانہ میں بہترین لوگوں کی پیشانیوں میں جلوہ گر رہے جیسا کہ جیسا کہ مشکوٰۃ باب فضائل سید
المرسلین کی پہلی حدیث میں ہے۔

اسی طرح حضور علیہ السلام کے سارے آباؤاجداد میں از آدم تا حضرت عبداللہ کوئی بھی مشرک او

بُت پرست نہ گذرا' حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد آذر نہیں بلکہ تارخ ہیں' اور قرآن میں ان کو حضرت ابراہیم کا والد فرمایا بمعنی چچا۔ اسی طرح حدیث پاک میں جو آتا ہے کہ حضور نے فرمایا
اِنَّ اَبِیْ وَ اَبَاکَ فِی النَّارِ یعنی تمہارا اور میرا باپ جہنم میں ہے' اس میں بھی ابی سے مراد چچا ابو طالب ہیں۔

مشکوۃ باب زیارت القبور میں ہے کہ حضور علیہ السلام اپنی والدہ طاہرہ آمنہ خاتون کے مزار پاک پر گئے اور بہت روئے اور فرمایا کہ ہم نے والدہ کی قبر کی اجازت چاہی مل گئی۔ مگر اجازت چاہی کہ والدہ کے لئے دعائے مغفرت کریں۔ اس سے منع کر دیا گیا۔

اس حدیث کی وجہ سے بعض لوگوں نے کہا ہے کہ وہ معاذ اللہ مومنہ نہ تھیں مگر یہ قول صحیح نہیں اس لئے کہ رونا تو والدہ کے فراق میں ہے۔ اس سے ان کا کفر ثابت نہیں ہوتا' اور مغفرت کی دعا سے رب کا منع فرمانا وہ اس لئے ہے کہ دعائے مغفرت گنہگار کے لئے کی جاتی ہے اور وہ گنہگار نہیں ہیں اسی لئے بچہ کے جنازے کی نماز میں اس کو دعا نہیں کرتے' گنہگار تو وہ ہے جس کے پاس نبی کے احکام پہنچیں اور وہ ان کے خلاف کرے حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ خاتون نے حضور علیہ السلام کی نبوت کا زمانہ نہ پایا' اور پہلے پیغمبروں کے دین بدل چکے تھے' ان کی تعلیم غائب ہو چکی تھی اب وہ عمل کس پر کرتے؟ اس سے معلوم ہوا کہ وہ بے گناہ تھیں اور دعا گنہگار کے لئے ہوتی ہے۔ اگر معاذ اللہ وہ کافرہ ہوتیں تو حضور علیہ السلام کو ان کی قبر کی زیارت کی اجازت نہ ملتی۔ کیونکہ کفار کی قبروں کی زیارت کرنا بھی حرام ہے' قرآن فرماتا ہے۔ لَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِہٖ اِنَّھُمْ کَفَرُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ۔ اے محبوب ان کفار و منافقین کی قبروں پر آپ کھڑے بھی نہ ہوں انہوں نے اللہ و رسول کا کفر کیا۔ بہر حال یہ ماننا ہوگا کہ حضرت آمنہ و عبداللہ مومن تھے کافر نہ تھے۔

ایک تحقیق یہ رہ گئی کہ آخر وہ کس دین پر تھیں' ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ ان کی زندگی میں اسلام دنیا میں نہ آیا تھا اور دوسرے انبیاء کے دین مٹ چکے تھے' ان کو اصحاب فترۃ کہتے ہیں ان کے لئے صرف توحید کا عقیدہ یعنی بت پرستی نہ کرنا اور اللہ کو ایک ماننا کافی ہے۔

حضرت آمنہ خاتون اور حضرت عبداللہ بھی ان ہی میں سے تھے اور اسی پر ان کا انتقال ہوا پھر حجۃ الوداع میں حضور علیہ السلام نے ان دونوں صاحبوں کو زندہ فرما کر ان کو مشرف باسلام کیا لہٰذا اب اس کے متعلق علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے رسالے لکھے ہیں۔ اور اعلیٰ حضرت مولانا مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی قدس سرہٗ نے ایک کتاب لکھی' شمول الاسلام لاباء الکرام۔

جس مچھلی کے شکم میں یونس علیہ السلام رہے۔ اس مچھلی کا شکم عرش سے افضل' کیونکہ اس میں ایک نبی

کومعراج ہوئی مثنوی میں ہے۔

شانِ من بالا وشانِ او نشیب　　　　　زانکہ قربِ حق بروں از صا حسیب

اسی طرح حضور علیہ السلام کے صحابہ تمام پیغمبروں کے صحابہ سے افضل ہیں' آپ کے اہل بیت تمام پیغمبروں کے گھر والوں سے بڑھ کر' آپ کا زمانہ پاک تمام زمانوں سے افضل' اور آپ کی ولادت پاک کا دن یعنی دوشنبہ بعض اماموں کے نزدیک تمام دنوں سے بہتر' آپ کی پیدائش پاک کا مہینہ ربیع الاول سال کے بہت سے مہینوں سے افضل' آپ کی قبر انور کی وہ زمین جس سے جسم شریف ملا ہوا ہے' کعبہ معظمہ اور فرش وعرش وکرسی سے افضل دیکھو شامی باب الحج۔

غرضکہ جس چیز کو حضور علیہ السلام سے نسبت ہوگئی وہ افضل' فقہانے ایک بحث کی ہے کہ تمام پانیوں میں سے کونسا پانی افضل ہے' بعض نے کہا ہے آب زمزم' مگر بعض فرماتے ہیں کہ سب سے بہتر وہ پانی ہے جو کہ ایک جنگ کے موقعہ پر حضور علیہ السلام نے ایک پیالے میں ہاتھ رکھ دیا اور آپ کی انگلیوں سے پانی جاری ہوگیا' یہ پانی تمام پانیوں سے افضل ہے' کیونکہ زمزم حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے قدم سے پیدا ہوا' اور یہ پانی سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے۔ اسی طرح جس کھانے میں حضرت جابر کے یہاں حضور علیہ السلام نے اپنا منہ کا لعاب ڈال دیا وہ کھانا تمام کھانوں سے افضل ہے۔ دوسری قرات میں ہے: انفسکم یعنی ف کا پیش ہوتو اس کے معنی ہوئے' تمہاری نفسوں میں سے بمعنی تم میں سے نبی آئے یعنی یہ نبی فرشتوں یا جنات یا غیر عرب میں نہ آئے بلکہ انسانوں میں آئے جس سے قیامت تک نسل انسانی فخر کرے گی اور عرب میں تشریف لائے جس سے کہ عرب تمام میں ممتاز ہوگیا۔ یہ مطلب کہ ان کا آنا تم میں ایسا ہے جیسا روح کا آنا قالب میں کہ ہر وقت جسم میں رہتی ہے مگر نگاہ سے غائب۔ اسی طرح اے مسلمانو وہ تمہارے دل میں رہتے ہیں تمہارے خیال میں ہیں۔ مگر نگاہوں سے غائب ہیں۔

آنکھوں میں ہیں لیکن مثلِ نظر یوں دل میں ہیں جیسے جسم میں جاں

ہیں مجھ میں ولیکن مجھ سے نہاں اس شان کی جلوہ نمائی ہے

اب جو آگے فرمایا جارہا ہے کہ تمہاری مشقت اُن پر بھاری ہے۔ یعنی تمہاری تکلیف سے ان کو تکلیف پہنچتی ہے اس کا مطلب بالکل ظاہر ہوگیا کہ جب وہ تم میں ایسے آئے جیسے کہ قالب میں جان تو جسم کے ہر عضو کی تکلیف سے روح کو تکلیف ہوتی ہے۔ اسی طرح ہر مسلمان کی تکلیف سے ان کو تکلیف ہوتی ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام مسلمانوں کے ہر حال سے ہر وقت خبردار ہیں ورنہ ہماری تکلیف سے ان کو بے چینی کس طرح ہوسکتی ہے۔

جآءکم سے معلوم ہوا کہ تمام جگہ حضور علیہ السلام تشریف لائے حاضر وناظر ہونا ثابت ہوا اور

یہاں یہ نہ فرمایا گیا کہ یہاں سے تشریف لے گئے۔ معلوم ہوا کہ وہاں سے گئے جہاں کہ یہاں کی حد ختم تھی۔ مکان سے لامکان میں گئے قرب حق سے قریب تر ہوئے اور آپ حق میں جلوہ گر رہے۔

نکتہ: رب خود چھپا رہا مگر محبوب کو بھیج دیا کیونکہ عاشق کی غیرت معشوق کو نگاہ پر لاتی ہے اور غیر کو دکھانا منظور نہیں۔

معشوق عیاں ہے گذرد بر تو ولیکن غیرت نہ ہمی بیند زیں سبب حجاب است

ذات مصطفےٰ عظمت الٰہی کے لئے ڈھال کی شکل ہے کہ کام تو رب کا کرتے ہیں مگر اس پر مصائب خود جھیلتے ہیں۔ رب نے پردہ سے یہ تو فرمادیا کہ جو میرے حبیب کو ایذا دے گا اس سے بدلہ لوں گا۔ مگر ظاہر تو ہو "حریص علیکم" کے معنی یہ ہیں کہ تو اپنی اولاد سے زیادہ کام کا حریص ہوتا ہے کوئی اپنی عزت کا کوئی پیسہ کا کوئی کسی اور چیز کا۔ مگر محبوب علیہ السلام تمہارے اور سچے رحم کے تمہارے حریص ہیں اسی لئے ولادت پاک کے موقع پر ہم کو یاد کیا۔ معراج میں ہماری فکر رکھی بروقت وفات ہم کو یاد فرمایا قبر میں جب رکھا گیا تو عبد اللہ ابن عباس نے دیکھا کہ لب پاک ہل رہے ہیں غور سے سنا تو امت کی شفاعت ہو رہی ہے۔ رات رات بھر جاگ کر امت کے لئے رو رو کر دعائیں کرتے ہیں کہ خدایا اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے تو تو عزیز اور حکیم ہے۔

قیامت میں سب کو اپنی اپنی جان کی فکر ہوگی مگر محبوب علیہ السلام کو جہان کی۔ سب ہی نفسی نفسی فرمائیں اور محبوب علیہ السلام امتی امتی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وبارک وسلم۔

آیت ۱۲: قُلْ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَکُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّکُمْ (پارہ ۱۱ سورہ یونس رکوع ۱۱) تم فرماؤ کہ اے لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق آگیا۔

یہ آیت کریمہ بھی حضور علیہ السلام کی نعت شریف ہے۔ اس لئے کہ اس میں فرمایا ہے کہ تمہارے پاس حق آیا حق سے مراد تو قرآن ہے یا دین اسلام اور یا خود حضور علیہ السلام کی ذات مبارک معلوم ہوا کہ حضور کے اسماء میں سے ایک نام حق بھی ہے دوسرے یہ کہ سب تو حق پر ہوتے ہیں اور حضور علیہ السلام خود سراپا حق ہیں جس نے ان کو دیکھا حق کو دیکھا۔ اور تو مومن ہیں مگر حضور علیہ السلام ایمان ہیں اور تو عارف ہیں مگر حضور علیہ السلام معرفت ہیں اور تو عالم ہیں مگر حضور علیہ السلام سراپا علم ہیں آپ ہی کے حالات جاننا علم ہے۔

ریاضت نام ہے تیری گلی میں آنے جانے کا
تصور میں ترے رہنا عبادت اس کو کہتے ہیں

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الصلوٰۃ

حدیث

باب ۱ اذان کی ابتدا

۲۱۳ حدیث حدیث ابن عمرؓ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ مسلمان جب مدینہ میں آئے تو ابتدا میں وقت مقررہ پر از خود جمع ہوجایا کرتے تھے اور نماز پڑھ لیا کرتے تھے، اذان نہیں دی جاتی تھی۔ پھر ایک دن اس کے متعلق مسلمانوں نے آپس میں گفتگو کی (کہ اطلاع کا کوئی انتظام ہونا چاہیے) چنانچہ بعض لوگوں نے مشورہ دیا کہ نصاریٰ کے ناقوس (گھنٹے) کی مانند ناقوس بجایا جائے۔ بعض نے کہا کہ نہیں یہود کے سنکھ (نرسنگھا) کی مانند بنایا جائے۔ حضرت عمرؓ نے مشورہ دیا کہ کیوں نہ ایک آدمی مقرر کردیا جائے جو نماز کی منادی کردیا کرے یہ سن کر رسول اکرم ﷺ نے حضرت بلالؓ سے کہا: اٹھو اور نماز کا اعلان کردو۔

اخرجه البخاري في: كتاب ١٠ باب بدء الاذان

باب ۲ اذان کے کلمات دو دو مرتبہ اور تکبیر اقامت سوائے "قد قامت الصلوۃ" کے ایک ایک مرتبہ کہے جائیں

۲۱۴ حدیث انس ؓ: حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں (نماز کے اعلان کے سلسلہ میں) لوگوں نے آگ اور ناقوس کا ذکر کیا پھر اس ضمن میں یہود و نصاریٰ کے طریقوں کا ذکر آیا (کہ وہ ایسا کرتے ہیں) اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ وہ اذان دیں اور اذان میں (اذان کے کلمات) دو دو مرتبہ کہیں اور اقامت کے لئے (یہی کلمے) ایک ایک مرتبہ کہیں۔

اخرجه البخاري في: كتاب ١٠ باب بدء الاذان

باب ۷ اذان سننے والا بھی وہی کلمات دہرائے جو مؤذن کہتا ہے پھر نبی کریم ﷺ پر درود بھیجے اور آپؐ کیلئے "وسیلہ" کی دعا مانگے۔

۲۵ حدیث ابو سعید خدری ﷛: ابو سعیدؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم اذان سنو وہی کلمات کہو جو موذن کہتا ہے

البخاری فی کتاب ۱۰ الاذان باب ۷ ما یقول اذا سمع المنادی

باب ۸ اذان کی فضیلت کا بیان اور یہ کہ اذان سن کر شیطان بھاگ کھڑا ہوتا ہے

۲۶ حدیث ابو ہریرہ ﷛: حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: جب اذان دی جاتی ہے تو شیطان پیٹھ موڑ کر بھاگ جاتا ہے اور (خوف و دہشت کی وجہ سے) اس کی "ہوا" خارج ہوتی جاتی ہے اور اتنی دور چلا جاتا ہے جہاں اذان کی آواز نہ پہنچ سکے اور جب اذان ختم ہو جاتی ہے پھر لوٹ کر آتا ہے پھر جب "اقامۃ" کہی جاتی ہے تو پھر پیٹھ موڑ کر بھاگ جاتا ہے یہاں تک کہ جب اقامۃ ختم ہو جاتی ہے دوبارہ وہ چلا آتا ہے اور انسان کے دل میں وسوسے پیدا کرنے لگتا ہے اور کہتا ہے "یہ یاد کر" "وہ یاد کر" یعنی ہر وہ بات جو اسے پہلے یاد نہیں تھی (نماز میں کھڑے ہوتے ہی اسے یاد دلانے لگتا ہے) نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ (اس شیطانی چکر میں الجھ کر انسان کو) یہ بھی یاد نہیں رہتا کہ اس نے کتنی رکعتیں پڑھی ہیں۔

البخاری فی کتاب ۱۰ الاذان باب ٤ فضل التاذین

نماز میں ہر دفعہ جھکنے اور اٹھنے کے موقع پر اللہ اکبر کہنے اور رکوع سے اٹھتے وقت "سمع اللہُ لمن حمدہ" کہنے کا ثبوت

۲۹ حدیث ابو ہریرہ ﷛: حضرت ابو ہریرہؓ نماز پڑھاتے وقت جب جھکتے تھے یا اوپر اٹھتے وقت اللہ اکبر کہا کرتے تھے اور سلام پھیرنے کے بعد آپ نے کہا تھا میری نماز تم سب لوگوں کے مقابلے میں نبی کریم ﷺ کی نماز سے زیادہ مشابہ ہے۔

اخرجہ البخاری فی کتاب ۱۰ الاذان باب ۱۱۵ اتمام التکبیر فی الرکوع

۳۳۰ حدیث ابو ہریرہ ﷛: حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نماز ادا فرماتے تھے تو کھڑے ہوتے وقت اللہ اکبر کہتے اور جب رکوع میں جاتے تو پھر اللہ اکبر کہتے لیکن جب رکوع سے اٹھتے تو "سمع اللہُ لمن حمدہ" کہتے اور پھر کھڑے کھڑے "ربنا لک الحمد" کہا کرتے تھے۔ پھر اللہ اکبر کہتے اور سجدے میں چلے جاتے اور جب سجدے سے سر اٹھاتے تو پھر

اللہ اکبر کہتے پھر دوبارہ سجدے میں جاتے وقت اللہ اکبر کہتے اور سجدے سے سر اٹھاتے وقت بھی اللہ اکبر کہتے تھے اور اسی طرح آپ پوری نماز میں کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ نماز ختم فرماتے اور دو رکعت کے بعد جب قعدہ اولیٰ سے اٹھتے تھے اس وقت بھی اللہ اکبر کہا کرتے تھے۔

اخرجه البخاري في: كتاب 10 الأذان: باب 117 التكبير إذا قام من السّجود

۲۲۱ حدیث عمران بن حصین ؓ: مطرف بیان کرتے ہیں کہ میں نے اور عمران بن حصین ؓ نے حضرت علی ؓ کے پیچھے نماز پڑھی۔ حضرت علیؓ جب سجدے میں جاتے تھے تب بھی اللہ اکبر کہتے تھے اور جب سجدے سے سر اٹھاتے تھے تب بھی اللہ اکبر کہتے تھے اور جب دو رکعت پوری کر کے اٹھتے تب بھی اللہ اکبر کہتے تھے جب نماز ختم ہو گئی تو عمران بن حصینؓ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھ سے کہا کہ اس نماز نے مجھے نبی کریم ﷺ کی نماز یاد کرا دی۔ یا آپ نے یہ کہا تھا کہ حضرت علیؓ نے ہمیں رسول اکرم ﷺ کی نماز پڑھائی۔

اخرجه البخاري في: كتاب 10 الأذان: باب 116 إتمام التكبير في السجود

باب ۱۱: ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھنا واجب ہے اور اگر سورۂ فاتحہ اچھی طرح نہ پڑھ سکے اور اس کا سیکھنا بھی ممکن نہ ہو تو پھر قرآن مجید میں سے جو ممکن ہو پڑھ لے

۲۲۲ حدیث عبادة بن صامت ؓ: حضرت عبادہ بن صامتؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا جس نے سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی اس کی نماز ہی نہیں ہوئی۔

اخرجه البخاري في: كتاب 10 الأذان: باب 95 وجوب القراءة للإمام والمأموم في الصلوات كلها

۲۲۳ حدیث ابو ہریرہ ؓ: حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں نماز کی ہر رکعت میں قرأت کرنا چاہیے جن نمازوں میں رسول کریم ﷺ نے ہمیں سنا کر قرأت فرمائی ان میں ہم نے بھی تم کو سنا کر (بلند آواز سے) پڑھا اور جن نمازوں میں آپ ﷺ نے (آہستہ پڑھ کر) ہم سے چھپایا ان میں ہم بھی (آہستہ پڑھ کر) تم سے چھپاتے ہیں۔ (نماز میں) سورہ فاتحہ پڑھ کر مزید قرآن نہ پڑھا جائے تو کافی ہے (نماز ہو جاتی ہے) اور اگر مزید قرآن پڑھے تو بہتر ہے۔

اخرجه البخاري في: كتاب 10 الأذان: باب 104 القراءة في الفجر

۲۲۴ حدیث ابو ہریرہ ؓ: حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ مسجد میں تشریف لائے اسی وقت ایک شخص آیا اور اس نے نماز پڑھی۔ نماز سے فارغ ہو کر اس نے نبی کریم ﷺ کو سلام کیا۔ آپ ﷺ نے اس کے سلام کا جواب دے کر فرمایا جاؤ نماز (دوبارہ پڑھو) کیونکہ تم نے نماز نہیں

پڑھی۔ اس شخص نے جا کر پھر نماز پڑھی ویسے ہی جیسے اس نے پہلے پڑھی تھی پھر آپ کو سلام کیا آپ نے پھر وہی الفاظ دہرائے کہ جاؤ نماز دوبارہ پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی اسی طرح تین مرتبہ وہ شخص نماز پڑھ کر آیا اور آپ نے ہر مرتبہ فرمایا کہ جاؤ پھر نماز دوبارہ پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔ بالآخر اس شخص نے عرض کیا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو رسول برحق بنا کر بھیجا ہے میں نماز کا اس سے بہتر طریقہ نہیں جانتا ہوں آپ مجھے سکھا دیجئے۔ آپ نے فرمایا جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو پہلے تکبیر ”اللہ اکبر“ کہو پھر جتنا قرآن تم آسانی سے پڑھ سکتے ہو پڑھو پھر رکوع میں اطمینان حاصل ہو جائے تو رکوع سے سر اٹھا کر سیدھے کھڑے ہو جاؤ اس کے بعد سجدے میں جاؤ جب سجدے میں اطمینان حاصل ہو جائے تو سجدے سے سر اٹھاؤ اور اطمینان سے بیٹھ جاؤ (جب قعدے میں اطمینان حاصل ہو جائے) تو دوبارہ سجدہ کرو حتیٰ کہ تم کو سجدے میں اطمینان حاصل ہو جائے (یہ ایک رکعت ہوئی) پھر اپنی پوری نماز اسی طرح پڑھو۔

احرجه البخاري في كتاب الاذان باب ١٢٢ امر النبي ﷺ الذي لا يتم ركوعه بالاعادة

باب ۱۳ بسم اللہ کو (نماز میں) بلند آواز سے نہ پڑھنے کی دلیل

حدیث ۲۳۵ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نماز کی ابتدا الحمدللہ رب العالمین سے کیا کرتے تھے۔

احرجه البخاري في كتاب الاذان باب ٨٩ ما يقول بعد التكبير

باب ۱۶ نماز میں تشہد پڑھنے کا بیان

حدیث ۲۳۶ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ ابتدا میں جب ہم رسول اکرم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے تو کہا کرتے تھے السلام علی اللہ قبل عبادہ السلام علی جبرئیل السلام علی میکائیل السلام علی فلان۔ ”بندوں سے پہلے اللہ پر سلام، جبرئیل پر سلام، میکائیل پر سلام اور فلاں شخص پر سلام وغیرہ۔“ پھر (ایک دن) نماز سے فارغ ہو کر حضرت نبی اکرم ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اللہ تعالیٰ تو خود سلام ہے اس لیے تم جب (تشہد کے لیے) نماز میں بیٹھو تو اس طرح کہا کرو التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ کیونکہ جب تم اس طرح سلام بھیجو گے تو زمین و آسمان میں اللہ کے جتنے صالح بندے موجود ہیں سب پر سلام پہنچ جائے گا۔ (اس کے بعد کہو) اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ یہ پڑھنے کے بعد جو دعا اللہ سے مانگنا چاہے مانگے۔

احرجه البخاري في كتاب ٧٩ الاستئذان باب ٣ السلام اسم من اسماء الله تعالى

باب ۱۷ تشہد کے بعد نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنے کا طریقہ

۲۲۷۔ حدیث عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ بیان کرتے ہیں۔ مجھے کعب بن عجرہؓ ملے اور کہنے لگے میں تم کو وہ حدیث تحفہ نہ دوں جو نبی کریم ﷺ سے میں نے خود سنی ہے؟ میں نے کہا کیوں نہیں ضرور دیجیے۔ چنانچہ انہوں نے وہ تحفہ مجھے دیا۔ انہوں نے بیان کیا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ! آپ پر اور اہل بیت پر سلام بھیجنے کا طریقہ تو ہمیں بتا دیا ہے ہم آپ پر اور اہل بیت پر درود کس طرح بھیجیں؟ آپ نے فرمایا اس طرح کہو اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

اخرجه البخاری فی کتاب ۶۰ الانبیاء باب ۱۰ حدثنا موسی بن اسمعیل

۲۲۸۔ حدیث ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہ۔ حضرت ابو حمیدؓ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ پر درود کس طرح بھیجیں؟ آپ نے فرمایا اس طرح کہو اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّیَّتِهٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّیَّتِهٖ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ"

اخرجه البخاری فی کتاب ۶۰ الانبیاء باب ۱۰ حدثنا موسی بن اسمعیل

باب ۱۸ سمع الله لمن حمده' ربنا لک الحمد اور آمین کہنے کا بیان

۲۲۹۔ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جب امام سمع الله لمن حمده' کہے تو سب (مقتدی) رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ' کہو اس لیے کہ جس کا قول ملائکہ کے قول کے مطابق ہو گیا اس کے گزشتہ گناہ معاف ہو گئے

اخرجه البخاری فی کتاب ۱۰ الاذان باب ۱۲۵ فضل اللهم ربنا و لك الحمد

۲۳۰۔ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس وقت تم میں سے کوئی شخص آمین کہتا ہے تو اس کے ساتھ ہی آسمان پر ملائکہ بھی آمین کہتے ہیں پھر تمہاری اور ان کی آمین باہم ہم آہنگ ہو جاتی ہے اور کہنے والے کے سابقہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

اخرجه البخاری فی کتاب ۱۰ الاذان باب ۱۲۵ فضل اللهم ربنا و لك الحمد

۲۳۱۔ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا جب امام (نماز پڑھتے وقت) کہے غير المغضوب عليهم ولا الضالين" تو سب آمین کہو اس لیے کہ جس کا (آمین) کہنا ملائکہ کے (آمین) کہنے کے مطابق ہو جائے گا اس کے تمام گناہ معاف ہو جائیں گے۔

اخرجه البخاری فی کتاب ۱۰ الاذان باب ۱۱۳ جهر الماموم بالتامين

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سرالاسرار۔ رازوں کے راز

از: حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ

ترجمہ: علامہ مولانا محمد منشا تابش قصوری

جسمانی شہر روحانی دکان

جسم کے شہر میں روحانی دکان پائی جاتی ہے جس کا سودا سلف سینہ اور ظاہری اعضاء ہیں اور اس کی پونجی شریعت ہے اور اس کی تجارت احکام شریعہ پر عمل کرنا ہے جسے اللہ رب العزت نے اپنے بندوں پر فرض ٹھہرایا ہے اور ان اعمال میں شرک کا شائبہ تک نہ داخل ہونے پائے۔ جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ و لایشرک بعبادۃ ربہ احدا (الکہف پ۱۶ آیت۱۰)

اللہ یکتا ہے اور یکتائی کو ہی پسند کرتا ہے۔ تجلی ہے۔ عمل جو اس سے صادر ہوں گے۔ کشف، بناوٹ اور ریا سے صاف ہوں۔ یہ ولایت کشف و کرامت سے الگ عبارت ہے۔ اس سے پانی پر چلنا، ہوا میں اڑنا، تاکا ایک جگہ سے دوسری جگہ چلے جانا، دور دراز سے سن لینا اور باطن میں پوشیدہ رازوں کا جاننا اور ظاہر کرنا وغیرہ یہ اہل معرفت کے ولایت سے نہیں بلکہ ہویت کے درجات سے ہے۔ گو عالم آخرت میں ان اعمال کا منافع جنت، حوریں اور محلات، شراب طہورا اور دیگر نعمتیں ہیں۔ جو جسمانی جنت کا ساز و سامان ہیں۔ جسے جنت ماوٰی سے تعبیر کیا گیا ہے۔

روحانی شہر اور روحانی دکان

روح روحانی کا مقام قلب ہے اور اس کا مال ومتاع (ساز و سامان) علم طریقت ہے۔ اور اس کی تجارت بارہ اسمائے اصول میں سے پہلے چار اسمائے الٰہی کے ذکر میں مشغول ہونا ہے۔ ایسے کہ حروف وصوت کا کوئی عمل دخل نہ ہو۔ جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ قُلِ ادْعُوا اللّٰہَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَیًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَہُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی (بنی اسرائیل پ۱۵ آیت۱۱۰)

میرے حبیب آپ فرما دیجئے کہ اللہ اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن سے بھی، تمھے نام اسی کے ہیں جو چاہو پکارو۔

یہ ارشاد ہوا۔ وللہ الاسماء الحسنٰی فادعوہ (سورہ اعراف ۱۸۰) اور بہت ہی اچھے نام اللہ تعالیٰ کے ہیں پس تم ان سے ہی اسے پکارو۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اسمائے حسنیٰ کا وظیفہ قلبی ہے جو علم باطنی کا مقام ہے اور اسمائے الٰہیہ کی معرفت کا سبب توحید کا ثمرہ ہے۔

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں۔ ان للہ تعالیٰ تسعۃ وتسعون اسماءً من احصاھا دخل الجنۃ بیشک اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسمائے گرامی ہیں جس نے انہیں محفوظ (یاد) کر لیا وہ جنتی ہے نیز فرمایا الف ایک حرف ہے اور اس کا تکرار کرنا ہزار حرف ہیں (یعنی بار بار اس لفظ کو پڑھنا ثواب میں ہزار گنا بڑھ جائیگا)۔ نیز تلقین سے مقصد ہے کہ انسان ان اسماء کے ساتھ موصوف ہونے کی کوشش کرے اور یہ بارہ اسمائے گرامی ہیں کلمہ توحید کے بارہ حروف کے برابر ہیں جنہیں اسمائے اصول سے تعبیر کرتے ہیں۔ اصول بمعنی اصل توحید گویا کہ ان اسماء کی مختلف قلبی ہیئت میں ہر حرف کیلئے ایک اسم ثابت ہے اور ہر عالم کیلئے تین اسم ہیں۔ اور اللہ رب العزت ان پر اہل محبت کے دلوں کو استحکام بخشتا ہے۔ جیسے ارشاد فرمایا یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا و فی الآخرۃ (ابراہیم پ ۱۳ آیت ۲۷) اللہ اہل ایمان کو دنیوی اور اخروی زندگی میں حق و صداقت پر ثابت قدم رکھے گا۔ اللہ تعالیٰ شجرۂ توحید جس کی جڑ ساتویں زمین سے بھی نیچے ہے۔ بلکہ اس سے بھی نیچے جو مقام ثریٰ ہے اور اس کی شاخیں آسمان میں عرش اعظم سے بھی برتر ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کشجرۃ طیبۃ اصلھا ثابت و فرعھا فی السماء

(ابراہیم پ ۱۳ آیت ۲۴)

اس کی مثال تو ایک شجر طیب کی ہے جس کی جڑ زمین اور اس کی شاخیں آسمان میں ہیں۔ روح روانی سے فیوض حیات قلبی سے ہیں۔

روح روانی کی زندگی یعنی زندہ دلی سے عالم ملکوت میں مشاہدہ حاصل ہوتا ہے۔ یعنی جنت اور جنتیوں کے صورت ملائکہ اور دیگر انوار و تجلیات کو دیکھ لیتا ہے اور وہ کلام جو بے صوت و حروف ہوتے ہیں انہیں ملاحظہ کر لیتا ہے اور پھر زبان حال سے قیل و قال ہو جاتا ہے یعنی وہ باطنی طور پر گفتگو کا اہل بن جاتا ہے۔ اور پھر آخرت میں اس کا ٹھکانہ دوسری جنت میں ہوتا ہے۔ جسے جنت النعیم کہا جاتا ہے۔

روح سلطانی

دکان روح سلطانی کا مقام دل ہیں اور اس کی دولت منافع معرفت۔ اور اس کا تعلق دل کی زبان سے ہے۔ جس کا ذکر دائمی چار متوسط اسماء سے ہے چنانچہ نبی کریم محمد صادق جناب احمد مصطفیٰ ﷺ فرماتے ہیں۔

العلم علمان علم' بالسان و ذالک حجۃ اللہ علی خلقہ علم کی دو قسمیں ہیں۔ ایک علم وہ ہے جس کا تعلق زبان سے ہے اور یہ مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی حجت ہے۔ و علم بالجنان او ذلک العلم النافع لان اکثر المنافع لان العلم فی ھذہ الدائرہ دوسرا وہ علم جس کا تعلق دل سے ہے یہ علم بھی نافع ہے کیونکہ اس کے فوائد کا دائرہ بہت وسیع ہے اور فوائد کثیر ہیں۔

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں قرآن کے ظاہر الفاظ و معانی بھی ہیں اور پوشیدہ و باطنی بھی۔ سکے اسرار و رموز ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو دس باطنی سر پر نازل فرمایا اور ہر ایک نہایت نافع و مفید ترین ہے۔ وہ ہی اسرار و رموز مغز قرآن حکیم ہیں۔

بارہ اسمائے اصول

یہ بارہ اسمائے اصول ان بارہ چشموں کی مثال ہیں جو حضرت موسیٰ کے عصاء مبارک کی ضرب سے جاری ہوئے تھے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فقلنا اضرب بعصاک الحجر فانفجرت منہ اثنتا عشرۃ عینا قد علم کل اناس مشربھم (سورۃ البقرہ آیت ۶۰) پس ہم نے فرمایا اپنے عصاء کو پتھر پر ماریں۔ (پس انہوں نے وہ عصاء پتھر پر مارا) تو بارہ چشمے جاری ہو گئے اور پھر ہر جماعت نے اپنے مشرب (گھاٹ) کو پہچان لیا۔

علم ظاہری عارضی بارش کی طرح ہے اور علم باطنی اصلی چشمہ کی شکل ہے کیونکہ یہ علوم ظاہری کی بہ نسبت زیادہ نفع رساں ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان کیلئے مردہ زمین نشانی ہے۔ ہم نے اس کو زندہ کیا پھر اس سے غلے پیدا فرمایا جو انسانی زندگی کیلئے قوت بخش ہے نیز جانداروں کے اندر بھی ایسی غذا پیدا فرمائی جو ارواح کی روحانی قوت کا باعث ہے۔

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں جو چالیس دن تک اللہ تعالیٰ کی خلوص قلب سے عبادت کرے گا اور اس میں کسی قسم کی ریاکاری و بناوٹ کا دخل نہیں ہوگا تو اس کے دل سے حکمت و دانش کے چشمے پھوٹیں گے۔ جس کا وہ اپنی زبان سے برملا اظہار کرے گا۔ اور پھر روح سلطانی کی تجارت کا نفع عکس جمال خداوندی کی رویت ہے چنانچہ اللہ کا ارشاد ہے۔

ما کذب الفؤاد ما رای (النجم پ ۲۷ آیت ۱۱) نبی کریم ﷺ نے جو کچھ (شب معراج) اپنی آنکھوں سے ملاحظہ فرمایا دل نے اس کی تصدیق کی۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے۔ **المؤمن مرآۃ المؤمن** مومن مومن کا آئینہ ہے۔ پہلے کلمہ مومن سے ایماندار آدمی مراد ہے اور دوسرے کلمہ مومن سے ذات الٰہیہ مراد ہے۔ جیسے کہ اللہ کا ارشاد ہے۔ **المؤمن المھیمن** (الحشر ۲۸ آیت ۲۳) اللہ ایمان عطا فرمانے والا ہے۔ اور وہی ایمان کی حفاظت بھی فرمانے والا ہے۔ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے نام ہیں۔ اور اس

جماعت کا ٹھکانہ تیسری جنت الفردوس بنتے ہیں۔

روح قدسی روح قدسی کی تجارت کا مرکز مقام سر ہے۔ حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَإِن تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَإِنَّهُ يَعْلَمُ السِّرَّ وَأَخْفَى (طٰہٰ پ۱۶ آیت ۷) اور اگر تو پکار کر بات کرے بیشک وہ جانتا ہے بلکہ وہ بھی جانتا ہے جو پوشیدہ اور بہت ہی پوشیدہ ہو یعنی اللہ تعالیٰ کے علاوہ اس پر کوئی مطلع نہیں ہوتا اور اس کا منافع طفل معانی سے ظہور پذیر ہے اور اس کا مشاہدہ و معائنہ سری آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کی جمالی و جلالی صورت کو دیکھنا ہے جس سے بعض چہرے تروتازہ ہونگے اپنے پروردگار کی بے پردہ و بلا تشبیہ اور بے کیف زیارت کی سعادت حاصل کرنے سے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ (القیامہ پ۲۹ ۲۲ ۲۳) اور پھر وہ ذات کریم بے مثل و بے مثال ہے۔ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ (الشوریٰ آیت) وہی سمیع و علیم ہے۔

جب انسان اپنے مقصود پر پہنچتا ہے تو عقلیں دنگ رہ جاتی ہیں دل پر حیرت طاری اور زبان گنگ ہو جاتی ہے اور انسان پھر اس کے مشاہدہ کی کیفیت بتانے سے عاجز رہ جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ تشبیہ و مثلیت کی صورت سے منزہ و مبرا و ارفع ہے ... علماء کرام پر فرض ہے کہ جب اسرار و رموز سے آگاہ ہوں جو ان مقامات میں درج ہیں تو ان سے انکار نہ فرمائیں بلکہ عملی مقامات سے سمجھنے کی سعی کریں اور ان کی ابحاث در حقیقت پر غور و فکر کریں نیز مقام اعلیٰ علیین کی طرف متوجہ ہو کر انتہائی دلجمعی سے حقائق تک پہنچنے کی کوشش کریں۔ تاکہ علم لدنی و معرفت ذات الٰہیہ سے بہرہ مند ہوں۔

ماخوذ سر الاسرار

صدقہ

جب صدقے میں پانچ شرطیں ہوں تو بے شک صدقہ قبول ہوتا ہے۔ ان میں سے دو عطا سے پہلے، دو عطا کے وقت اور ایک بعد میں ہوتی ہے۔ عطا سے پہلے کی دو شرطیں یہ ہیں۔ کہ جو کچھ دے وہ حلال کی کمائی ہو، دوسرے کسی نیک مرد کو دے جو اسے برے کام میں خرچ نہ کرے۔ عطا کے وقت کی دو شرطیں یہ ہیں کہ اول تواضع اور نفسی خوشی سے دے۔ دوسرے پوشیدہ دے۔ بعد کی شرط یہ ہے کہ جو دے اس کا نام تک نہ لے بلکہ بھول جائے۔

(محبوب الٰہی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معارف شمس تبریز

از حضرت شمس تبریزؒ

"دربیان شان باطنی اہل اللہ"

شعر ۱۰۸ دگر تنہاست عاشق نیست تنہا کہ با معشوق تنہا یار باشد

ترجمہ وتشریح کائنات میں ہر شخص تنہا ہے مگر عاشقانِ حق اپنے باطن میں تعلق مع اللہ کی دولت رکھتے ہیں اور وہ ہر وقت باخدا ہوتے ہیں۔ صوفیہ اس نعمت کو حضور دائم یا دوام حضور کہتے ہیں۔

تم سا کوئی ہمدم کوئی دمساز نہیں ہے — باتیں تو ہیں ہر دم مگر آواز نہیں ہے
ہم تم ہی بس آگاہ ہیں اس ربط خفی سے — معلوم کسی اور کو یہ راز نہیں ہے

(مجذوبؒ)

اہل اللہ مخلوق کے ساتھ بھی مشغول ہوتے ہیں تو اس وقت بھی انہیں حق تعالیٰ کے ساتھ استحضار کی کیفیت حاصل رہتی ہے۔ صوفیہ کے ہاں اس رنگ نسبت کا نام خلوت در انجمن ہے۔

کچھ دوری ہے مرے دن رات کا عالم — ہر وقت ہے آپ سے مناجات کا عالم
ہر لحظہ حیات گذر رہا ہم سے — آپ کے نام کی لذت کا سہارا لے کر

شعر ۱۲۳ سوار عشق شو در رہ میندیش کہ اسپ عشق بس رہوار باشد

ترجمہ وتشریح عشق کی سواری پر بیٹھ کر حق تعالیٰ کا راستہ طے کرو یعنی زہد خشک کے بجائے حق تعالیٰ سے والہانہ اور عاشقانہ تعلق پیدا کرو۔

زاہدوں پر سے چھوڑ جائے گی — روح ان مردوں میں ڈال جائے گی

مطلب یہ کہ زاہدوں کو حق تعالیٰ کے عاشقوں سے رابطہ قائم کرکے طریق عشق سے منزل طے کرنی چاہئے کیونکہ عشق کا گھوڑا ہی یہ راستہ طے کرنے والا ہوتا ہے۔

حضرت رومیؒ نے مثنوی شریف میں اس مقام کی یوں تشریح فرمائی ہے کہ۔

سیر زاہد ہر مہے یک روزہ راہ — سیر عارف ہر دمے تا تخت شاہ

ترجمہ اگر زاہد خشک ہر ماہ میں ایک دن کا راستہ طے کرتا ہے تو عاشقان حق ہر سانس میں عرش اعظم تک پہنچ کر پرواز محبت و درد عشق سیر کرتے رہتے ہیں۔

حق تعالیٰ کی محبت کے لئے سالک کو چاہئے کہ اہل محبت کی (یعنی عاشقان حق کی) صحبت میں بیٹھا کرے۔

اس کامیابی کا راز یہ ہے کہ حق تعالیٰ کا راستہ فنائیت کاملہ اور عبدیت کاملہ سے طے ہوتا ہے اور محبت ہی آدمی کے نخوت و خودی کو مٹا دیتی ہے۔ اور خودی کے مٹنے ہی سے خدا ملتا ہے جس طرح چاند روشن ہوتا ہے اس وقت جب زمین سورج کے سامنے سے ہٹ جائے کیونکہ سورج ہی کی روشنی سے چاند روشن ہوتا ہے۔ یہ راستہ خودی کا نہیں بیخودی کا ہے۔

بے خودی میں یہ کبھی ممکن نہیں — ہو خودی اہل حرم کی سرحد — اختر

شیخ کامل کا فیضان بھی اسی طرح پر مکمل ہوتا ہے جو اپنے نفس کو اور رائے کو مٹا کر شیخ کی رائے پر چلتا ہے۔

جب تک فنائے رائے کی ہمت نہ پائیے کیونکہ آپ اہل عشق کی محفل میں آئیے مولانا محمد احمد صاحب

اور عبادت کا لطف بھی اسی وقت ملتا ہے جب حق تعالیٰ سے محبت کامل ہو۔

تری ہر طاعتوں سے لطف جنت زندگی میں ہے
خلش حاصل جو تیرے غم کی میری بندگی میں ہے

اختر

تیز رفتاری عشق

شعر ۳۳ یک ساعت تو منزل رساند — اگرچہ رہ ناہموار باشد

ترجمہ وتشریح ایک ساعت میں عشق عاشقوں کو منزل تک پہنچاتا ہے اگرچہ راستہ کس قدر دشوار ہے یعنی خدا کی محبت ہی نفس کی خواہشات کو کچلنا اور احکام الٰہی کو بجالانا آسان کر دیتی ہے۔
قاعدہ کلیہ ہے کہ محبت ہر تلخی کو شیریں بنا دیتی ہے۔

از محبت تلخہا شیریں شود

یہ محبت ہی کا کرشمہ ہے کہ جہاد میں مومن اپنا خون بہا کر جان بھی فدا کر دیتا ہے۔

مسند نے بہے جب ہر جانب طوفان ہی طوفاں ہوتے ہیں
دیوانے کچھ آگے بڑھتے ہیں اور دست و گریباں ہوتے ہیں

میدان بدر و احد کی کوہ احد کی خاک کے ذرات شہیدوں کے لہو سے تاباں ہو کر زبان حال اس مضمون کی تائید کرتے ہیں۔

آتا ہے جو بزم جاناں میں پندار خودی کو توڑ کے آ
اے ہوش و خرد کے دیوانے یاں ہوش و خرد کا کام نہیں

(اصغر)

ہوش آتے جتنے فرزانے گئے — تا عمر صرف دیوانے گئے
مستند رہتے وہی مانے گئے — حسن سے ہو کے تیرے دیوانے گئے
آہ کو نسبت ہے کچھ عشاق سے — آہ نکلی اور پہچانے گئے

اللہ تعالیٰ کی راہ میں محبت اور خوف کا معیار کیا ہے؟ خدائے پاک کی محبت کا مقام زبان رسالت (صلی اللہ علیہ وسلم) سے

حدیث: اللھم اجعل حبك احب الي من نفسي واهلي ومن الماء البارد

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خدا سے خدا کی محبت کو اس عنوان سے مانگ رہے ہیں کہ اے اللہ! اپنی محبت مجھے اتنی عطا فرما دیجئے جس سے آپ کی ذات پاک میری جان سے بھی زیادہ محبوب و عزیز تر ہو جاوے اور میرے اہل و عیال سے بھی زیادہ آپ مجھے محبوب ہوں اور اے خدا ٹھنڈے پانی سے جو رغبت پیاسے کو ہوتی ہے اس سے بھی زیادہ آپ کی مجھے رغبت ہو۔

یہ عجیب دعا ہے احقر عرض کرتا ہے کہ یہ دعا اگر ہم لوگ مانگ لیا کریں تو حق تعالیٰ کی محبت کی بلند معیار سے ہم کو عطا ہو جاوے۔ حق تعالیٰ توفیق بخشیں۔ آمین

دوسری حدیث کا مضمون یہ ہے۔ اللھم اجعل حبك احب الاشياء الي

اے اللہ میرے قلب میں کائنات کی تمام چیزوں سے زیادہ اپنی محبت عطا فرما دے۔

ایک حدیث میں یہ عنوان ہے کہ اے خدا آپ جب اہل دنیا کی آنکھیں ٹھنڈی کریں

ان کی دنیاوی نعمتوں سے تو میری آنکھیں اپنی عبادت سے ٹھنڈی فرما۔

اسی طرح سے خوف کا معیار بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے اور اس کا پتہ آپ کی اس دعا سے ملتا ہے کہ اے خدا ایسا خوف مجھے اتنا عطا فرما دیجئے جو تمام کائنات سے اشیاء سے زیادہ ہو ایک دعا میں یہ منقول ہے کہ اے خدا اپنے خوف سے مجھے اتنا حصہ عطا فرما دیجئے جو مجھے آپ کی نافرمانی سے روک دے پس معلوم ہو کہ محبت اور خوف کی مقدار مطلوب صرف یہ حاصل کرنا ضروری ہے ورنہ اعمال رضا پر عمل کی ہمت اور ناراضگی وغضب کے اعمال سے اجتناب کی توفیق مشکل ہے۔ اور محبت وخوف کے یہ مدارج اور ان کی یہ مقدار اہل محبت واہل خشیت کی صحبت ہی سے حاصل ہوتی ہے۔

ہمت مرد عاشق

شعر ۲۵ علف خواری نہ دارد مرد عاشق — کہ جان عاشقاں خمار باشد

ترجمہ وتشریح اہل محبت صرف شکم پروری اور جو سے خوری نہیں کرتے کیونکہ عاشقوں کی جانیں حق تعالیٰ کی محبت سے مست ہوتی ہیں۔

مولانا رومیؒ نے اس مضمون کی تشریح یوں فرمائی ہے۔

معدہ را زیں کہ وجو باز کن — خوردن ریحان وگل آغاز کن

معدہ را خو کن بداں ریحان وگل — تا بیابی حکمت وقوت رسل

ترجمہ: اے لوگو! اپنے معدہ کو حیوانات کی گھاس اور جو سے باز رکھو یعنی اتنا وسیع کہ ان سے ہٹا کر ریحان گل کھانا شروع کرو مراد یہ کہ روح کو غذائے ذکر حق دینا شروع کرو تاکہ انبیاء علیہم السلام کے علم وحکمت سے تمہیں بھی کچھ حصہ بہ فیضان نبوت عطا ہونے لگے۔

معارف وحقائق عشق

شعر ۲۶ ہمہ را بیازمودم ز تو خوشترم نیامد — چو فرو شدم بدریا چو تو گوہرم نیامد

ترجمہ وتشریح کائنات میں سب کو آزمایا لیکن سب کو ناپائیدار بے وفا پایا اس لیے محبوب حقیقی! آپ سے خوشتر کسی کو نہ پایا۔ جب دریائے موجودات میں غوطہ لگایا تو وجود کے ہر موتی سے سابقہ پڑا لیکن اے واجب الوجود محبوب حقیقی! آپ جیسا گوہر یکتا کوئی نہ پایا۔

شعر ۲ روح می‌بُرد ترا در رحمتِ عشق بر خلاف ... عشق چوں تو اوی عمر را بہر باشد

ترجمہ وتشریح آسمان کا راستہ (اللہ تک) ہے اپنے عشق سے پرواز کرت دو جب تو عشق سے پروں کو کھولے گا تو عشق کا لیقن تجھے فلک پر لے جائیگا اور تجھے بیزاری نہ ہوگی اور غم نہ ہوگا۔ عشق حقیقی کی شان یہ ہے کہ عاشق کو محبوب تک پہنچا دیتی ہے۔

روح کو پنہاں کر کے لے چلی افلاک پر
اللہ اللہ یہ کہاں روح جولاں دیکھے

مراد یہ کہ بیکار بیٹھنے سے اور باتیں بنانے سے خدا نہیں ملتا۔

قدم باید در طریقت نہ دام **کہ اصل ندارد دمے بے قدم**

طریقت میں قدم چاہیے نہ صرف دعوی کیونکہ مدار عملی قدم ہے محض حد بات سے یہ راستہ نہیں طے ہوتا۔

کامیابی تو کام سے ہوگی   نہ کہ حسن کلام سے ہوگی
ذکر کے التزام سے ہوگی   فکر کے اہتمام سے ہوگی

بیٹھنے کا چین سے اگر کام نہ یہ بیٹھنے پر
گو نہ نکل سکے مگر پنجرے میں پھڑ پھڑائے جا
کھویں وہ دیدہ کھوئیں در اس پہ ہی تیری نظر
تو تو یہ اپنا کام کر یعنی صدا لگائے جا

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ ہر شے اپنے ضد سے بھاگتی ہے پس جب دل روشن ہو رات کی اندھیری کیسے ٹھہر سکتی ہے اور اگر مینا کوئی خطا ہو بھی جائے گی تو سخت پریشان ہوگی جس طرح روشنی میں رہنے والوں سے گھر کی بجلی چلی جاتی ہے وحشت ہوتی ہے اور یاد ہوتے ہی فون کے ذریعہ فریاد کی شروع کر دیتے ہیں اسی طرح اللہ والے اگر کبھی کوئی کوتاہی اور خطا صادر ہوتی ہے تو فوراً اس کو توبہ کی توفیق ہو جاتی ہے وہ حق تعالیٰ کی ذات پاک سے جو سرچشمہ نور اور مرکز نور ہے گناہ کی ظلمت و اندھیری دور ہوتی اور دوبارہ نور عطا ہونے کی فریاد اور آہ و زاری شروع کر دیتے ہیں اسی کو مولانا نے بیان فرمایا ہے۔

بر دل سالک ہزاراں غم شود   گر زباغ دل خلالے کم شود

سالک کے باغ دل سے اگر ایک تنکا بھی کم ہوتا ہے تو اس کے قلب پر ہزاروں غم ٹوٹ پڑتے

ہیں۔ احقر کے چند شعر ملاحظہ ہوں۔

میرے دل کو روشنی دیتے نہیں شمس و قمر
کائنات دل کے ہیں کچھ دوسرے شمس و قمر
اے خدا تجھ سے ہی روشن ہیں ہمارے رات دن
اے ہماری کائنات دل کے خورشید و قمر
زندگی پر کیف پائی گرچہ دل پر غم رہا
اس کے غم کے فیض سے میں غم میں بھی بے غم رہا
عشق کے پرکی تشریح کے لئے مثنوی رومی کا ایک شعر دیا ہے

جاں مجرد گشتہ از غوغائے تن   می پرد با پرِ دل بے پائے تن

عارفین حق کی جانیں جسم کے ہنگاموں سے یکسو ہو کر حق تعالیٰ کی طرف اڑتی رہتی ہیں دل کے پروں سے بدون جسم کے پاؤں کے۔ یعنی عارف بیٹھا ہوا بھی سیر الی اللہ کرتا رہتا ہے۔

ماخوذ معارف شمس تبریز

اقوال زریں

زہد یہ ہے کہ آدمی رغبت کے کاموں سے باز آئے۔

قناعت فضول چیزوں سے نکل جانے اور بقدر حاجت پر اکتفا کرنے، اور کھانے پینے اور رہنے کی چیزوں میں سرف سے پرہیز کو کہتے ہیں۔

صبر لذات نفس سے نکل جانے اور مرغوب و محبوب اشیاء سے باز رہنے کو کہتے ہیں۔

پیر، تین طرح کے ہوتے ہیں ایک پیر خرقہ، دوسرے پیر تعلیم، تیسرے پیر صحبت جو لوگ حد کے آگے گئے) یعنی تسلیم و رضا ختم کئے ہوئے ہیں وہ مصیبت و بلا کو بلا کی صورت میں نہیں دیکھ سکتے۔

دوام مراقبہ بہت بڑی دولت ہے جو دلوں میں مقبولیت کا سبب ہوتی ہے۔

(حضرت خواجہ باقی باللہؒ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

توحید کے دس اصول

حجۃ الاسلام حضرت امام محمد غزالی

( ) اللہ عزوجل کی ذات مبارکہ..

تمام تعریفیں اللہ عزوجل کے لئے ہیں جس نے پہچان کرائی اپنے بندوں کی اپنی کتاب میں جو نبی مرسل ﷺ کی زبان مبارک پر نازل کی گئی۔ بے شک واحد ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ وہ بے نیاز ہے اس کی کوئی ضد نہیں ہے۔ وہ یکتا ہے اس کا کوئی ہمسر نہیں اور یہ کہ وہ قدیم ہے اس کا آغاز نہیں وہ ازلی ہے اس کا وقت ابتداء نہیں۔ ہمیشہ رہنے والا ہے اس کی آخرت نہیں، دائم ہے اس کی انتہا نہیں۔ ہمیشہ بزرگی کی صفتوں سے موصوف رہا ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ زمانوں کا گزرنا اسے ختم نہیں کر سکتا اور وقت کا آنا جانا اسے منقضی نہیں کر سکتا بلکہ وہ تو اول ہے آخر ہے ظاہر ہے باطن ہے۔

(۲) اللہ عزوجل کی ذات کی تقدس

اللہ تعالیٰ جسم نہیں ہے جس کی تصویر کشی کی گئی ہو اور نہ ہی وہ جوہر محدود ہے۔ اجسام کی طرح وہ تقدیر کا محتاج نہیں اور نہ ہی وہ جسموں کی طرح تقسیم اور تجزیے کو قبول کرتا ہے۔ نہ ہی وہ جوہر ہے تاکہ اس میں جواہر ٹھکانہ پکڑیں اور نہ ہی وہ عرض ہے تاکہ اس میں اعراض سما جائیں بلکہ اس کی طرح کوئی موجود چیز نہیں اور نہ ہی کوئی چیز اس کی طرح ہے اور نہ ہی وہ کسی چیز کی طرح ہے۔ اور تمام جسموں کی طرح اس کی کوئی مقدار نہیں اور نہ ہی اس کی اطراف (دوری) قطریں اور نہ ہی اس کو جہتیں گھیرتی ہیں اور تمام آسمان بھی اسے گھیر نہیں سکتے اور وہ (ذات باری تعالیٰ) عرش پر اسی طرح تشریف فرما ہے جس طرح کہ اس نے قرآن حکیم میں فرمایا ہے (ثم استوی علی العرش) اور جو معنی مراد لیا وہ یہ ہے کہ یہ بیٹھنا جو ٹھہراؤ، گھیراؤ، سمانا اور نقل مکانی سے پاک ہے اور یہ کہ عرش اسے اٹھائے ہوئے نہیں بلکہ عرش اور اس کے اٹھانے والے (فرشتے) اس ذات باری کی قدرت کے کرم میں سمائے ہوئے ہیں اور اس کے قبضۂ قدرت میں ہیں اور وہ نہ صرف عرش کے اوپر ہے بلکہ ہر چیز کے اوپر حتیٰ کہ ہر رائی کے دانے اور ہر خاک کے دانے کے اوپر۔ اس کی ان اشیاء پر فوقیت و برتری کم و بیش نہیں ہوتی اور اس کی ہر چیز پر برتری آسمان اور عرش کی برتری سے کم نہیں بلکہ وہ عرش پر ایسے ہی درجے پر برتری رکھتا ہے جیسے کہ رائی کے

درجے پر برتری رکھتا ہے اور اس علو کے ساتھ وہ ہر موجود چیز کے قریب ہے۔ وہ بندے سے اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے وہ ہر چیز کو دیکھنے والا ہے کیونکہ اس کا قرب اجسام کے قرب کی طرح نہیں ہے جس طرح کہ اس کی ذات اجسام کی ذاتوں کی طرح نہیں ہے۔ وہ کسی چیز میں نہیں سماتا اور نہ ہی کوئی اس میں والی چیز سماتی ہے وہ اس بات سے برتر ہے کہ اسے کوئی جگہ گھیرے۔ وہ اس بات سے پاک ہے کہ اسے کوئی زمانہ محدود کرے۔ بلکہ وہ تو زمان و مکان کی پیدائش سے قبل بھی تھا اور اب بھی اسی طرح ہے جس طرح کہ پہلے تھا۔ وہ اپنی تمام تجلیاتی صفات کی طرح اس کی صفت میں بھی کوئی شریک نہیں وہ تغیر اور انتقال سے پاک ہے۔ اسے حوادث زمانہ بے نقاب نہیں کر سکتے اور نہ ہی اسے عوارضات ظاہر کر سکتے ہیں بلکہ وہ اپنی بزرگی کی صفتوں میں ہر زوال سے پاک اور اپنی صفات کمال میں مزید اضافی تکمیل سے پاک ہے۔ اس کی ذات بذریعہ عقل موجود ہے اور بذریعہ عیون وابصار بھی دیکھی گئی ہے۔ صرف ان پر نعمت کے طور پر جو نہایت نیک ہیں یا پھر وہ مقصود اس سے یہ ہے کہ اپنے دیدار عام کی نعمت کو پورا کرے۔

(۳) اللہ عزوجل کی قدرت۔

بے شک وہ زندہ ہے قادر و غالب ہے انتہائی طاقتور ہے۔ اس کو کوئی قصور اور عجز لاحق نہیں ہوتا اسے نہ اونگھ آتی ہے نہ نیند۔ اس کو فنا اور موت عارض نہیں۔ بے شک وہ تمام بادشاہوں کے بادشاہوں کا مالک ہے وہ تمام جہانوں اور فرشتوں کا مالک ہے۔ ساری عزت و قدرت اسی کی ہے۔ اسی کے لئے تمام بادشاہتیں، تمام قہر، تمام پیدائش اور تمام امور کا ذمہ ہے۔ وہی آسمانوں کو اپنے دست قدرت سے لپیٹنے والا ہے اور تمام مخلوقات اس کی مغلوب ہیں۔ بے شک وہ پیدا کرنے اور ایجاد کرنے میں واحد و لاشریک ہے۔ تمام پیدائش اور اختراع کی حوائل میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی نے مخلوقات اور ان کے عوامل کو پیدا کیا اور ان کے رزق انہیں مہیا کئے اور ہر چیز ہر کام کا وقت مقرر کیا۔ اس کے قبضے سے کوئی مخلوق کھسک نہیں سکتی اور اس کی قدرت سے تمام امور کو چھپنا پوشیدہ نہیں ہو سکتا۔ بے شک اس کی قدرتوں کا شمار ہی نہیں اور اس کی معلومات کی کوئی حد نہیں۔

(۴) اللہ عزّوجلّ کا علم۔

بے شک وہ تمام معلومات کا جاننے والا ہے۔ احاطہ کرنے والا ہے ان چیزوں کا جو زمینوں کی جڑوں سے لے کر اعلیٰ آسمان تک ہیں۔ زمین و آسمان میں رائی کے دانہ کے برابر کوئی چیز اس کے علم سے پوشیدہ نہیں ہے بلکہ سخت اندھیری رات میں مضبوط سیاہ پتھر میں خاموشی سے حرکت کرتی ہوئی سیاہ چیونٹی کے حالات و حرکات سے واقف ہے بلکہ ہر ذرے کا ہوا میں اڑنا بھی اس کے علم میں ہے وہ ہر راز اور پوشیدگی سے واقف ہے۔ اس کی ذات قدس ضمیروں کی دھڑکنوں پر نظر رکھے ہوئے اور وہ عقلی حرکات اور

پوشیدہ رہ بھی جاتی ہے۔ اس کا علم قدیم اور ازلی ہے جو ازل سے ابد تک اور ہمیشہ اسی علم سے موصوف رہا ہے اور وہ (ہماری طرح) نقل مکانی کرنے اور حالات میں تحول کر کے علم حاصل نہیں کرتے۔

(۵) اللہ عزّوجل کا ارادہ

بے شک کائنات کو ارادے کے ساتھ بنانے والا ہے۔ اس کے تمام جہانوں میں کوئی کم یا زیادہ، چھوٹا بڑا، برائی یا بھلائی نفع یا نقصان، کفر یا ایمان، معلوم یا مجہول، فتح یا شکست کمی یا بیشی فرمانبرداری یا نافرمانی اس کے حکم کے بغیر اور اس کی قدرت و مشیت کے خلاف ممکن نہیں ہو سکتا۔ وہ جو چاہتا ہے ہو جاتا ہے اور جو نہیں چاہتا نہیں ہوتا۔ اس کے حکم کو کوئی ٹالنے والا نہیں ہے اس کی قضا کو کوئی لوٹانے والا نہیں ہے اور کوئی بندہ اس کی نافرمانی سے بھاگ نہیں سکتا۔ اس کی فرمانبرداری کی طاقت بھی اس میں نہیں ہے مگر جسے وہ توفیق اور طاقت دے۔ اگر تمام جن و انس اور فرشتے اور شیاطین اس بات پر جمع ہو جائیں کہ اس کے ارادے کے بغیر جہان میں کسی چیز کو حرکت دیں تو بیشک وہ اسے حرکت نہیں دے سکیں گے یا ٹھہرانا چاہیں تو ٹھہرا نہ سکیں گے۔ بے شک اس کا ارادہ قائم ہے وہ اپنی ذات کے ساتھ اپنی تمام صفات میں ہمیشہ موصوف رہا ہے اور وہ ہمیشہ ارادے سے ہی تمام چیزوں کی ابتداء کرتا ہے جب کسی بھی چیز کا ہونا کسی بھی وقت میں چاہتا ہے وہ چیز اسی طرح اس وقت موجود ہوتی ہے۔ اس کے ہونے میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوتی بلکہ وہ اسی طرح پائی جاتی ہے جیسے اس نے چاہا ہوتا ہے۔ تمام امور کی تدبیر اور تخلیق کے لئے اسے کسی سوچ و فکر کی حاجت نہیں ہوتی اور تخلیق کے عوامل میں وقت کی حاجت نہیں ہوتے بلکہ کسی کام میں مشغول ہونا اسے دوسرے کام سے روک نہیں سکتا۔

(۶) اللہ عزّوجل کی سماعت اور بصارت۔

بے شک اللہ عزوجل دیکھنے والا اور سننے والا ہے اس کی سماعت کوئی سنی ہوئی چیز یا پوشیدہ چیز مخفی نہیں۔ اس کی نظر سے کوئی دیکھی گئی چیز پوشیدہ نہیں خواہ وہ کتنی ہی باریک کیوں نہ ہو۔ اس کی سماعت کو مسافتوں کی دوری ختم نہیں کر سکتی اور اس کی رؤیت کو اندھیرے ختم نہیں کر سکتے۔ وہ ذات بغیر تیری نظر اور پلکوں کے دیکھتی ہے اور اس کی سماعت بغیر کانوں یا پردوں کے ہے اسی طرح جیسے وہ مرشد کو بغیر دل کے جانتا ہے اور اپنا غضب اور عذاب کسی آلے یا ذریعے کے بغیر دیتا ہے۔ پیدا کرنے میں بھی اسے کسی آلے کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ صفتوں میں عام مخلوقات کی طرح نہیں اور اس کی ذات بندوں کی طرح نہیں ہے۔

(۷) اللہ عز وجل کا کلام۔

بے شک وہ کلام کرنے والا، حکم دینے والا، منع کرنے والا، وعدہ کرنے والا اور وعدے پر عمل کرنے والا ہے۔ ایسی گفتگو کے ساتھ جو شروع سے ازلی ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ یہ کلام کرنا اسی کی ذات

کے ساتھ قائم اور یہ گفتگو، گفتگو جیسی نہیں اور اس کی یہ گفتگو ایک آواز نہیں ہے جو ہوا کے دوش پر کانوں تک پہنچے، نہ ہی اس کی گفتگو حروف پر مشتمل ہے جو ہونٹوں کو بند کرنے، زبان کو ہلانے اور مختلف اندازوں سے خارج کئے جاتے ہیں اور یہ کہ قرآن، تورات، زبور، انجیل اس کی کتابیں ہیں جو اس کے پیغمبروں پر اتاری گئیں اور قرآن ایک کتاب ہے جو اسی لغت میں پڑھی گئی جو مصاحف میں مشہور اور دلوں میں محفوظ ہے۔ اور اس کے باوجود وہ ذات باری تعالیٰ قدیم ہے۔ اپنی ذات میں قائم ہے ٹوٹ پھوٹ کو اور ورقوں پر منتقل ہونے کو قبول نہیں کرتا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ عزوجل کا کلام آواز اور حروف کے بغیر سنا بالکل یونہی جیسے نیک لوگ ذات باری تعالیٰ کو شکل اور رنگ کے بغیر دیکھتے ہیں۔ تو جس کی یہ صفات ہوں وہ حقیقتاً زندہ ہے علم والا ہے، قادر ہے، ارادہ رکھنے والا ہے، سننے والا ہے، دیکھنے والا ہے اور کلام کرنے والا ہے، زندگی کے بارے میں، علم کے بارے میں، قدرت کے بارے میں، ارادے کے بارے میں، سننے اور دیکھنے کے بارے میں اور گفتگو کرنے کے بارے میں مگر تمام مذکورہ صفات اس کی اصل ذات سے جدا نہیں ہوتے۔

(۸) اللہ عزوجل کے افعال:

بے شک نہیں ہے کوئی چیز موجود ہونے والی مگر اس حال میں کہ وہ پیدا ہونے والی ہو تو ہر تمام چیز اس کو اور فیصلہ کرنے والی ذات اپنے عدل سے اچھے طریقوں پر مکمل اور تمام ورانی طریقوں پر اور بے شک وہ حکیم ہے۔ اپنے افعال میں اور عادل ہے اپنے فیصلوں میں۔ اس کے عدل کا بندوں کے عدل کے ساتھ قیاس کرنا بھی ممکن نہیں کیونکہ بندے سے ظلم متصور ہو سکتا ہے اور وہ دوسرے کی ملکیت میں تصرف کرتا ہے جبکہ اللہ عزوجل سے ظلم متصور نہیں۔ پس بے شک وہ اپنے غیر کی ملکیت میں تصرف نہیں کرتا کیونکہ تمام ملک تو اسی کا ہے اور کسی غیر کا ملک ہونا اس کے نزدیک متصور ہی نہیں۔ جب اس کے نزدیک متصور ہی نہیں تو اس کا اس ملک میں تصرف کرنا ظلم کیسے ٹھہر سکتا ہے۔ اور اس کے علاوہ ہر چیز خواہ وہ انسان ہو، جن ہو، شیطان ہو یا فرشتہ ہو، آسمان ہو، زمین ہو، جانور ہو، نبات ہو، جوہر ہو، عرض ہو، مدرک ہو، محسوس ہو تمام کے تمام حادث ہیں (جو فنا کو قبول کرے) جن کو اس نے اپنی قدرت کے ساتھ عدم سے پیدا کیا اور اس کی پیدائش اس حالت میں تھی کہ یہ دو کچھ بھی نہ تھا کیونکہ ہر چیز کے پیدا کرنے سے پہلے شروع ہی سے اللہ عزوجل موجود تھا، تنہا تھا، اس کا کوئی شریک نہ تھا۔ دریں اثناء اس نے مخلوقات کو قدم سے پیدا کیا تاکہ وہ اپنی قدرت کا اظہار کرے (اور اس پیدائش کے عمل میں) اس کا یہ ارادہ کرنا مقصود تھا اور اس بات کو پورا کرنا مقصود تھا جو شروع سے ہی اس نے قرار رکھی تھی اور یہ کہ مخلوقات کی پیدائش اس لئے نہیں کہ وہ اس کا محتاج ہے اور اس کی اسے ضرورت ہے اور یہ کہ وہ ہی پیدا کرنے، ایجاد کرنے اور تکلیف دینے کے حق ...

اور یہ تمام مذکورہ افعال اس پر واجب بھی نہیں ہیں۔ اور احکام دینے اور اصلاح بخشنے میں بہتری ہے اور یہ انعام دینا اس پر لازم نہیں ہے کیونکہ تمام کا تمام فضل، احسان، نعمت اور بخشش اسی کی ہے کیونکہ وہ چاہتا تو بندوں پر مختلف قسم کے دردناک عذاب ڈھاتا اور ان کی آزمائش مختلف آلام سے کرتا اور اگر وہ یوں کرتا تو یہ بھی اس کا عدل ہوتا اور یہ ہرگز برائی یا ظلم نہ ہوتا اور یہ کہ وہ اپنے بندوں کو اپنے کرم اور وعدے کے ذریعے فرمانبرداری پر ثابت قدمی بخشتا ہے۔ حق دینے اور لازم ہونے کی وجہ سے نہیں (بندے کو فرمانبرداری پر ثابت رکھنا اس پر لازم نہیں ہے) اس لئے کہ اس پر کوئی فعل واجب نہیں اور نہ ہی اس سے ظلم متصور کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اس پر کسی کا حق ہے بلکہ اس کا حق جو بندوں پر فرمانبرداری کے نام سے لازم ہے یہ کہ اس نے اپنے پیغمبروں کے ذریعے اپنے بندوں پر لازم کیا ہے۔ یہ محض عقل کے ذریعے لازم نہیں کر دیا بلکہ پیغمبر بھیجے اور ان کی سچائی بذریعہ معجزات ظاہر کی حتی کہ احکام دینے، منع کرنے، وعدہ کرنے اور ڈرانے کے رستے تک پہنچ گئے تو بندوں پر ان کی اور ان کے ساتھ آنے والی چیزوں کی تصدیق لازم ہو گئی۔

(۹) یوم آخرت

بے شک اللہ عزوجل موت کے ذریعے روح کو جسموں سے الگ کرتا ہے اور پھر حشر کے دن دوبارہ ان کو جسم میں لوٹا دیتا ہے۔ اور قبروں کو الٹ پلٹ کرتا ہے۔ اور جینے کے دن کو جانتا ہے اور ہر مکلف شخص دیکھتا ہے اور اس کے اچھے برے عمل کو اپنے سامنے پاتا ہے اور اس بندے کے ہر چھوٹے موٹے کام کو ایک کتاب میں اپنے سامنے پاتا ہے جو کتاب کی چھوٹی موٹی بات کو نہیں چھوڑتی بلکہ شمار کرتی ہے اور ہر بندے کو اس کے کام کی مقدار دکھا دیتا ہے جو اس نے نیکی یا بدی سے کیا۔ ایک ایسے معیار کے ساتھ تولتا ہے اور جس کا نام میزان ہے اور یہ میزان عام اجسام کے میزانوں کی طرح نہیں ہے اور یہ اصطرلاب کی طرح بھی نہیں ہے جو کہ وقت پانے کا آلہ ہے اور نہ ہی یہ مقداروں اور اشیاء کو ناپنے والے پیمانوں کی طرح ہے۔ پھر وہ بندوں کا حساب ان کے افعال، اقوال، راز، ضمیروں، نیتوں اور عقیدوں کے لحاظ سے کرتا ہے خواہ انہوں نے اسے ظاہر کیا ہو یا نہ، اس دن (یوم آخرت میں) بندوں کی بہت سی قسمیں ہیں کوئی تو حساب سے ہی جنت میں داخل کر دیا جاتا ہے پھر سب کو صراط مستقیم پر لے جاتا ہے جو کہ ایک پل ہے جو کم بختوں اور خوش بختوں کی منازل کے درمیان کھینچا گیا ہے، تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک ہے۔ اس پر وہ بندہ با آسانی گزر سکتا ہے جو دنیا میں اس صراط مستقیم پر گامزن رہا جو پل صراط کی مانند مشکل اور دشوار گزار رہے۔ جسے بخش دیا گیا کرم باری تعالیٰ سے (وہ پل صراط کی تنگیوں سے بچ جائے گا) پھر ان سے پوچھا جائے گا ہاں اللہ عزوجل پیغمبروں میں سے جس سے چاہے گا اس کی تبلیغ رسالت کے بارے میں پوچھے گا اور کافروں میں سے جس سے چاہے گا پیغمبروں کو جھٹلانے کے بارے میں اور

مسلمانوں میں سے جس سے چاہے گا اس کے اعمال کے بارے میں پوچھے گا۔ بے شک وہ حقوں سے ان کی چوری اور مرتبتوں سے ان کے حقوق کے بارے میں پوچھے گا۔ پھر نیک بخت رحمٰن کی طرف وفود کی شکل میں چلے جائیں گے جبکہ مجرم جہنم کی طرف گروہوں کی شکل میں ہانکے جائیں گے پھر توحید پرستوں کو جہنم کی آگ سے ان کے برے اعمال کی سزا کے طور پر جلایا جائے گا حتیٰ کہ جہنم میں وہ اپنے گناہوں کی سزا بھگت لے گا جس کے بعد ... یہاں ہوگا جبکہ جنت والوں کا ... پورا ہونے سے قبل ہی انبیاء علیہم السلام کی شفاعت (شفاعتِ کبریٰ) کی وجہ سے جہنم سے نکالا جائے گا اور وہ اس کی شفاعت سے یا اللہ کی شفاعت سے جس کا حق بخشا گیا ہے۔ پھر نیک بخت لوگوں کو جنت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نعمتوں کے زیر سایہ رکھا جائے گا اور اللہ عزوجل کے وجہ کریم کی نعمت سے لطف اندوز ہوتے رہیں گے اور جہنمی ہمیشہ جہنم میں مختلف قسم کے عذاب سہتے رہیں گے اور اللہ عزوجل سے اور وجہ کریم سے محجوب رہیں گے۔

(۱۰) نبوت۔

بے شک اللہ عزوجل نے فرشتوں کو پیدا کیا اور انبیاء کرام علیہم السلام کو بھیجا اور معجزات کے ذریعے ان کی تائید فرمائی اور بتایا کہ تمام کے تمام فرشتے اللہ عزوجل کی عبادت کرتے ہیں اس سے روگردانی نہیں کرتے اور نہ ہی تکبر کرتے ہیں بلکہ دن رات سجدے کرتے رہتے ہیں اور فرشتے نہیں تمام انبیاء علیہم السلام اس کے پیغامات پہنچانے والے (پیغمبر) ہیں جنہیں اللہ عزوجل نے اپنے بندوں کی طرف بھیجا اور وہ فرشتے کے ذریعے ان پر وحی نازل فرماتا رہا۔ انبیاء علیہم السلام جو بھی بات کرتے ہیں دراصل وحی ہوتی ہے ان کی طرف سے کوئی خواہش نہیں ہوتی اور پھر اس نے سرکار دو عالم مجسم ﷺ کو جو کہ ہاشمی قریشی ہیں اپنے پیغام کے ساتھ تمام عرب و عجم اور جن و انس کی طرف مبعوث فرمایا اور آپ ﷺ نے اپنی شریعت سے تمام سابقہ شریعتوں کو منسوخ فرما دیا اور اس پروردگار نے سرکار شافع روز شمار ﷺ کو سید البشر بنایا اور ایمان کی تکمیل اپنے نام کے ساتھ آپ ﷺ کے نام گرامی ملائے بغیر نامکمل ٹھہرائی لا الٰہ الا اللہ کی گواہی تب ملی جائے بندوں پر یہ لازم ٹھہرایا کہ وہ اس کی تمام باتوں میں تصدیق کریں جو سرکار ﷺ دنیا و آخرت کے بارے میں فرماتے ہیں اور آپ ﷺ کی اتباع لازم ٹھہرائی اور یہ فرمایا: آتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا۔ پس نبی مکرم ﷺ نے لوگوں تک ہر اس بات کو پہنچا دیا جو انہیں اللہ عزوجل کی طرف لے جاتی ہے اور بے شک اللہ عزوجل کی رضا کی طرف جانے کا راستہ بھی بتایا۔ اسی طرح کوئی ایسی بات نہ چھوڑی جو جہنم تک پہنچاتی ہو اور اللہ عزوجل سے دور کرتی ہو مگر ان سے لوگوں کو روکا اور برائی کا ہر راستہ واضح فرما دیا۔ ایسی باتوں پر دلالت کرنا مطلقاً عقل و دانش کا کام نہیں ہے بلکہ یہ بعض پوشیدہ رازوں کو اٹھا لینے سے ہی میسر آتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے دربار قدس سے انبیاء علیہم السلام کے مقدس

دلوں پر ظاہر ہو جاتے ہیں۔

بے شک تمام تعریفیں اللہ عزوجل کے لیے ہیں جس نے ہدایت بخشی اور رہنمائی فرمائی اور اپنے اسمائے حسنہ اور اعلیٰ صفات سے ہمیں روشناس فرمایا اور درود و سلام ہو اللہ کے مقبول محبوب اللہ عزوجل کے محبوب حضرت محمد ﷺ دربار قدس میں اور فیضان رحمت ہو آپ ﷺ کے اصحاب و آل پر (رضوان اللہ علیہم اجمعین)۔

مال وجائیداد کے باعث

اطاعت حق سے گریز مت کرو!

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی

حضرت قطب ربانیؒ نے ارشاد فرمایا

"جب اللہ تعالیٰ تجھے مال و جائیداد عطا کرے، اور تو اس مال کے باعث خدا تعالیٰ کی عبادت و اطاعت سے روگردانی کرے تو خدا تجھے دنیا و عقبیٰ میں اپنے قرب سے دور اور محجوب کر دے گا اور ممکن ہے کہ غفلت و معصیت کے باعث وہ مال و جائیداد تجھ سے چھین لے اور تجھے محتاج اور پریشان حال کر دے۔ منعم سے غافل ہو کر سر نعمت میں محو و مشغول ہو جانا شرک ہے اور شرک خدا کے نزدیک ناقابل معافی جرم ہے اور اگر تو مال و دولت کو معبود و مقصود نہ بناتے ہوئے حمد و ثنا اور ذکر و عبادت میں مشغول رہے گا تو اللہ تعالیٰ اس مال کو تیرے لئے برکت و رحمت کا باعث بنائے گا اور اس میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔ مال تیرا خادم ہوگا اور تو اپنے رازق اور پروردگار کا خادم۔ پھر تو دنیا میں خدا کی گوناگوں نعمتوں سے محظوظ و فیضیاب ہوگا اور عقبیٰ میں خدا کی طرف سے معزز و محترم ہو کر جنت الفردوس میں صدیقین، شہداء اور صالحین کا جلیس و ہم پایہ ہوگا۔"

(ماخوذ فتوح الغیب)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بوستان سعدی

از حضرت شیخ سعدیؒ

ترجمہ مولانا قاضی سجاد حسین صاحب

گفتار اندر حذر کردن از دشمنے کہ در طاعت آید

اس دشمن سے احتیاط برتنے کا بیان جو تیری طاعت کرے

گرت خویش دشمن شود دوستدار
اگر دشمن کا کوئی اپنا تیرا دوست بن جائے

ز تلبیس ایمن مشو زینہار
تو ہرگز فریب سے مطمئن نہ ہونا

کہ گردد درونش بکین تو ریش
اس لیے کہ اس کا باطن تیرے کینہ سے زخمی ہوگا

چو یاد آیدش مہر و پیوند خویش
جب اس کا رشتہ اور محبت یاد آئیگی

بداندیش را لفظ شیریں مبین
دشمن کی میٹھی بات کا دھیان نہ کر

کہ ممکن بود زہر در انگبین
اس لئے کہ شہد میں زہر ہو سکتا ہے

کسے جان از آسیب دشمن ببرد
وہی شخص دشمن کی اذیت سے جان بچائے گا

کہ مر دوستاں را بدشمن شمرد
جو خالص دوستوں کو بھی دشمن سمجھے

نگہدار آں شوخ در کیسہ در
تھیلی میں موتی وہ محفوظ رکھتا ہے وہ چالاک

کہ بیند ہمہ خلق را کیسہ بر
جو تمام مخلوق کو جیب تراش سمجھے

سپاہی کہ عاصی شود در امیر
وہ سپاہی ہے جو کسی حاکم کا نافرمان ہو

ورا تا توانی بخدمت مگیر
جب تک ممکن ہو اس کو خدمت میں نہ لے

ندانست سالار خود را سپاس
ترا ہم نداند ز غدرش ہراس

جب وہ اپنے سردار کی شکر گزاری نہ جانتا
تو تیری بھی نہ جانے گا اس کی مدارک سے ڈر

بسوگند وعہد استواش مدار
قسم اور عہد کی وجہ سے اس کو ہمارا نہ سمجھ
نگہبان پنہان بروبرگمار
خفیہ محافظ اس پہ مقرر کر

نوآموز راریسماں کن دراز
تو سیکھ کی رسی ڈھیل کر دے
نہ بگسل کہ دیگر نہ بینیش باز
نہ توڑ کہ تو اس کو دوبارہ نہ دیکھے گا

چواقلیم دشمن بجنگ وحصار
جب تو دشمن کا ملک اور قلعہ لڑائی سے
بگیری بزندانیانش سپار
لے لے تو اس کو قیدیوں کے سپرد کر دے

کہ بندی چودنداں بخوں دربرد
اس لیے کہ قیدی خون میں دانت ڈبوتا ہے
زحلقوم بیداد گرخوں خورد
تو ظالم کے گلے سے خون پیتا ہے

کہ گرباز کوبد در کارزار
اس لیے کہ اگر وہ دوبارہ جنگ کا دروازہ کھٹکھٹائیگا
برآرند عام ازوماغش دمار
عوام اس کا سر توڑ دیں گے

وگر شہریاں رارسانی گزند
اور اگر تو نے شہریوں کو تکلیف پہنچائی ہے
در شہر بروئے دشمن مبند
تو شہر کا دروازہ دشمن پر بند نہ کر

مگو دشمن تیغ زن بردرست
یہ نہ کہہ کہ تلوار باز دشمن دروازہ پر ہے
کہ ہمباز دشمن بشہر اندرست
اس لیے کہ دشمن کا شریک شہر کے اندر ہے

بتدبیر جنگ بداندیش کوش
مخالف سے جنگ کی تدبیر کر
مصالح بیندیش ونیت بپوش
مصلحتوں کو سوچتا رہ اور نیت کو پوشیدہ رکھ

منہ درمیاں راز باہر کسے
ہر کسی کے سامنے راز نہ رکھ
کہ جاسوس ہمکاسہ دیدم بسے
اس لیے کہ اکثر جاسوس کو ہم پیالہ دیکھا ہے

سکندر کہ باشرقیاں حرب داشت
درخیمہ گویند درغرب داشت

سکندر جس کا مشرق والوں سے جنگ کا ارادہ تھا ۔ کہتے ہیں کے خیمہ کا دروازہ مغرب کی طرف تھا

چو بہمن بزاوستاں خواست شد ۔ چپ آوازہ افگندواز راست شد

بہمن جب زاوستاں کی خواہش ہوئی ۔ بائیں جانب کی شہرت دی اور داہنی جانب روانہ ہو

اگر جز تو داند کہ عزم تو چیست ۔ بران رای و دانش بباید گریست

اگر تیرے سوا کوئی جان جائے کہ تیرا ارادہ کیا ہے ۔ اس رائے اور عقل پر رونا چاہیے

کرم کن نہ پرخاش و کیں آوری ۔ کہ عالم بزیر نگیں آوری

بخشش کر نہ کہ لڑائی اور کینہ وری ۔ تا کہ عالم کو تو قبضہ میں لے آئے

چو کارے برآید بلطف و خوشی ۔ چہ حاجت بہ تندی و گردن کشی

جب مہربانی اور خوشی سے کام نکلے ۔ تو سختی اور سرکشی کی کیا ضرورت ہے

نخواہی کہ باشد دلت دردمند ۔ دل دردمنداں بر آواز بند

اگر تو یہ نہیں چاہتا کہ تیرا دل دردمند ہو ۔ تو دردمندوں کا دل قید سے چھڑ دے

ببازو توانا نباشد سپاہ ۔ برو ہمت از ناتوانا بخواہ

محض قوت بازو سے لشکر قوی نہیں ہوتا ۔ جا اور کمزور دل سے دعا کرا ؟

دعائے ضعیفان امیدوار ۔ زبازوے مردی آید بکار

کمزور امیدواروں کی دعا ۔ طاقت کے بازو سے بہتر کام آتی ہے

آنکہ استعانت بدرویش برد ۔ اگر بافریدوں زد از پیش برد

جیسے درویش سے مدد چاہی ۔ اگر فریدوں سے مقابلہ ہوا جیت گیا۔

حدیث: لاتُظهِرُ الشَّماتة بِاَخِيك فَيُعافِيهِ الله ويبتليك

ترجمہ اپنے مومن بھائی کی مصیبت پر خوشی کا ظہار مت کرو، عین ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے عافیت عطا فرمائے اور تم کو اس مصیبت میں مبتلا کر دے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دربیان ربطِ قلب

دل کے ربط کا بیان

حضرت اوحد کرمانی کے دو شعر

گفتم کہ پیمبری تو یا پیر　　گفتا کہ دوئی زرہ برگیر
چوں نیک بدیدم ایں نکو بود　　بس او داو و پیر ہر سہ او بود

میں نے عرض کی یا پیر کوئی پیام عنایت فرمائے تو ارشاد فرمایا کہ راستے سے دوئی کو ہٹا دے میں نے جب بھلائی دیکھی تو یہ بھلا ہو گیا کہ وہ (خدا) اور وہ (رسول) اور پیر تینوں ایک ہی دکھائی دینے لگے۔

دوئی پیر بدل کر چنیں　　دوئی غیر نباشد قریں

دل میں پیر کی محبت کو ایسا بٹھا لے کہ کسی غیر کی محبت قریب آنے ہی نہ پائے۔

پیر بود شاہد و عاشق مرید　　خبث زن و بچہ کجا اے رشید

پیر شاہد ہوتا ہے اور مرید عاشق ہوتا ہے۔ اے عزیز! یہاں بیوی بچوں کی محبت کا سوال ہی کہاں پیدا ہوتا ہے۔

تشریح حضرت اقدس علیہ الرحمہ ہر حال میں اپنے پیر سے والہانہ محبت اور دلی ربط قائم رکھنے کو بے حد اہمیت دیتے ہیں اور خبردار کرتے ہیں کہ عورت، مال، اور زمین کی محبت بعض وقت اس راہ میں رکاوٹ پیدا کرے تو اس کو فوراً دور کر دینا چاہئے۔ ربط دل سے مراد یہ ہے کہ پیر کامل کی صحبت سے استفادہ کیا جائے۔ پیر کی توجہ اور خلوص کی برکت سے دل غفلت سے پاک ہو جاتا ہے۔ جذبۂ محبت اور مشاہدہ الٰہی کے انوار کی شمع مرید کے دل میں روشن ہو جاتی ہے۔ پیر سامنے موجود نہ بھی ہو تو اس کا تصور کر کے مرید فیض پاتا ہے۔ خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ پیر سے رابطے کے بغیر تنہا ذکر سے منزل تک رسائی نہیں ہوتی البتہ ذکر کے بغیر تنہا پیر کے ربط سے رسائی حاصل ہو جاتی ہے۔ اس موقع پر ایک حدیث شریف کا حوالہ دیا گیا ہے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ نے ابلیس لعین کو اپنے دربار رحمت سے دور فرما دیا تو اس وقت وہ مردود کہنے لگا کہ میں اپنی خطا کے باعث آخرت میں کسی حال مرحوم و بدنصیب ہو چکا۔ کم از کم دنیا میں مجھے کچھ حصہ عطا فرما دے تو باری تعالیٰ کے ارشاد پر اس نے دولت، عورت اور

رمیں پر ماتھ مارا اور یہ تینوں چیزیں ان معلوم سے رہنے کے مخصوص مقامات میں جب تک مریدان تینوں سے بے اتفاقی نہ کرے وہ صاحب نصیب یا ہدایت یافتہ نہیں ہو سکتا۔ بعض وقت پیر ایسے کام کر گزرتا ہے جو بظاہر معیوب اور خلاف نظر آتے ہیں لیکن مرید کو چاہیے کہ پیر کے ایسے فعل کو نہ برا سمجھے اور نہ ان پر تنقید کرے۔ ہو سکتا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کی طرح ان کاموں میں بھی کوئی مصلحت ہو جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام و شک اور اعتراض پیدا ہوا تھا۔

یہ دراصل قرآن کی تلمیح ہے جو (۱۸) ویں سورہ کہف کے دو رکوع نمبر (۹-۱۰) میں بیان فرمائے گئے واقعہ سے متعلق ہے جس کی تفصیل اس طرح ہے کہ ایک دن موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے تو آپ سے پوچھا گیا کہ سب سے بڑا عالم کون ہے۔ آپ نے جواب دیا میں سب سے بڑا عالم ہوں۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بات ناپسند آئی کہ انہوں نے علم کو ذات باری تعالیٰ کے بجائے اپنی طرف منسوب کیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی بھیجی کہ مجمع البحرین (دو سمندروں کا سنگم) میں میرا ایک بندہ ہے جو تجھ سے زیادہ عالم ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی یا الٰہی! میں اس کی خدمت میں کیونکر پہنچ سکتا ہوں۔ حکم ہوا کہ اپنے ساتھ ایک مچھلی ٹوکری میں رکھ لو۔ جہاں وہ گم ہو جائے وہ میرے اس بندے کی قیام گاہ ہوگی۔ مفسرین کرام سے نقل ہے کہ وہ خضر علیہ السلام تھے جن کا اصلی نام بلیا بن ملکان ہے۔ جہاں بھی یہ تشریف فرما ہوتے ہیں وہ جگہ یکدم سرسبز اور ہری بھری ہو جاتی ہے اور خضر کے معنی بھی سبز کے ہیں۔ معنوی لحاظ سے موسیٰ علیہ السلام علم شریعت کے سمندر اور خضر علیہ السلام علم طریقت کے سمندر ہیں۔ بہر حال حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے ایک نوجوان یوشع بن نون کے ساتھ پہنچے تو حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوگئی۔ دونوں میں سلام کا تبادلہ ہوا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آپ کے ساتھ رہ کر رشد و ہدایت کا خصوصی علم سیکھنے کی اجازت چاہی تو جواب ملا اگر آپ میرے ساتھ رہنا چاہتے ہیں تو خاموشی سے واقعات کو دیکھتے چلئے لیکن اس کے متعلق استفسار یا اعتراض نہ کیجئے یہاں تک کہ میں خود اس کی حقیقت حال سے آپ کو آگاہ کروں۔

سب سے پہلے جب وہ کشتی میں سوار ہوئے تو خضر علیہ السلام نے کشتی کا ایک تختہ توڑ کر رکھ دیا۔ اس پر موسیٰ علیہ السلام بول اٹھے آپ نے کشتی میں سوراخ کر کے بڑی نازیبا حرکت کی ہے کیا سواریوں کو ڈبونا چاہتے ہو۔ حضرؑ نے ایک جواب دیا میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ میرے ساتھ آپ صبر نہ کر سکیں گے۔ موسیٰؑ نے معذرت چاہی اور آئندہ محتاط ہونے کا یقین دلایا۔ آگے چل پڑے تو خضرؑ نے ایک لڑکے کو قتل کر ڈالا جس پر موسیٰؑ نے سخت اعتراض کیا۔ پھر معافی چاہی اور یقین دلایا کہ اب آئندہ احتیاط سے کام لوں گا۔ پھر وہ آگے چل پڑے تو ان کا گزر ایک گاؤں میں ہوا جہاں انہوں نے کھانا طلب کیا

تو گاؤں والوں نے صاف انکار کر دیا۔ اس گاؤں میں ایک دیوار جو گرنے کے قریب تھی خضر نے اسے درست کر دیا۔ موسیٰ کہنے لگے آپ بھی عجیب ہیں گاؤں والوں نے اتنی بے مروتی کی کہ ہمیں سوکھی روٹی تک نہ دی اور آپ ہیں کہ ان کی گرتی ہوئی دیوار کو بلا معاوضہ درست کر دیا۔ تیسری بار اس اعتراض پر حضرت نے فرمایا کہ اب میں اور آپ ایک ساتھ نہیں رہ سکتے۔ لیکن اب جدا ہونے سے قبل میں آپ کو ان واقعات کی حقیقت حال سے آگاہ کر دوں۔

وہ کشتی چند غریبوں کی تھی جو ملاحی کے ذریعہ روزی کمایا کرتے تھے۔ وہاں کا جابر بادشاہ ہر کشتی پر زبردستی قبضہ کر لیتا تھا۔ میں نے اس کشتی کو اس لئے عیب دار بنا دیا کہ وہ کشتی اب بادشاہ کے کام کی نہ رہی۔

جس لڑکے کو میں نے قتل کیا اس کے والدین مومن تھے۔ اندیشہ تھا کہ وہ بڑا ہو کر والدین کو سرکشی اور کفر پر مجبور کرے گا اس لئے اس کو قتل کر کے ہم نے چاہا کہ انہیں ان کا رب بیٹا پاکیزہ بیٹا عطا کرے جو بہتر ہو اور ان پر مہربان ہو۔

دیوار کی مرمت کر کے ہم نے اس کو اس لئے درست کر دیا کہ اس دیوار کے نیچے خزانہ دفن تھا جس کو ایک نیک شخص نے اپنے دو یتیم بچوں کے لئے رکھا تھا تاکہ وہ بچے جوان ہو کر اپنا دفینہ نکال لیں اور فائدہ حاصل کریں۔ آخر میں خضرؑ نے فرمایا جو کچھ میں نے کیا ہے وہ اپنی مرضی سے نہیں بلکہ اللہ کی ہدایت پر کیا۔

حضرت اقدس علیہ الرحمہ ان واقعات کی روشنی میں تلقین فرماتے ہیں کہ اسی طرح اپنے پیر بھی کوئی کام بظاہر ناجائز کریں تو اس پر مرید کوئی اعتراض نہ کرے بلکہ اس پر یقین رکھے کہ پیر جو کچھ کرتا ہے حق ہے۔ پیر کی بات کو غور سے سنا کریں۔ یہ قیاس کرتے ہوئے کہ یہ سب کچھ غیب کی طرف سے ہے۔

اس کے بعد حضرت اقدس علیہ الرحمہ نے دوسری قرآنی تلمیح "انی انا اللہ" کا حوالہ دیا ہے جو (۲۸) ویں سورۃ القصص کی آیت (۳۰) کے الفاظ ہیں۔ پوری آیت اس طرح ہے۔ فلما اتھا نودیھم شاطی

لوادی الایمن فی البقعۃ المبرکۃ من الشجرۃ ان یموسی انی انا اللہ رب العلمین

یعنی پس جب آپ (موسیٰ علیہ السلام) وہاں گئے تو وادی کے دائیں کنارے اس بابرکت مقام میں ایک درخت سے ندا آئی کہ اے موسیٰ بلاشبہ میں ہی سارے جہانوں کا رب اللہ ہوں۔

یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب کہ حضرت موسیٰ اپنی زوجہ محترمہ کو ساتھ لے مصر روانہ ہوئے۔ راہ میں دور سے آگ دکھائی دی۔ آپ نے اپنی بیوی سے فرمایا تم ذرا ٹھہرو۔ میں نے آگ دیکھی ہے میں جا کر تمہارے لئے وہاں سے کوئی خبر یا آگ لے آتا ہوں تاکہ تم اسے تاپ سکو۔ جب آپ آگ لانے کے ارادے سے اس جگہ پہنچے تو اس بابرکت علاقہ میں وادی طور کی دائیں جانب ایک درخت نظر آیا جس

میں سے یہ صدا آ رہی تھی کہ اے موسیٰ! بے شک میں ہی اللہ ہوں جو سارے جہانوں کا رب ہے۔

اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ بظاہر درخت سے آواز آ رہی ہے "انی انا اللہ" یعنی بے شک میں ہی اللہ ہوں۔ در حقیقت وہ درخت اللہ ہرگز نہیں بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور اور جلووں کا مظہر ہے۔ اسی طرح پیر بھی خود خدا نہیں ہوتا بلکہ وہ ذات کا مظہر ہوتا ہے جس کے اندر اللہ تعالیٰ کا نور ہوتا ہے۔ اس لئے پیر کا دیدار یا شبیہ کا دیدار ہے۔ لہٰذا اپنے پیر کا تصور مستقل طور پر قائم رکھیں تو ہمیشہ حق کی حضوری نصیب ہوتی ہے۔ محبت کے کمال کا تقاضا یہ ہے کہ خود کو عین پیر تصور کریں جو مراقبہ یا مشاہدہ نہیں بلکہ بالمشافہ یعنی دیدار ہوگا۔ گویا پیر میں رسول کا اور رسول میں خدا کا جلوہ نظر آنے لگا۔ یہی بات حضرت واحد کرمانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ درست ہے جب دوئی کو ختم کر دیا جائے تو پھر تینوں ایک ہی دکھائی دیں گے۔ اس لئے دل میں پیر کی محبت کو ایسا بٹھانا چاہئے کہ کسی غیر محبت کا خیال ہی آنے نہ پائے۔ پیر کی محبت کے سامنے مال و عیال کی محبت کی کوئی قیمت نہیں۔ رویت ربانی پر ایک حدیث شریف کا ٹکڑا ہے جس کے الفاظ اس طرح ہیں۔

عن عبد الرحمن بن عائش قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رأیت ربی عزوجل فی احسن صورۃ (مشکوٰۃ، دارمی، ترمذی) یعنی حضرت عبد الرحمن بن عائش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے میں نے اپنے رب کو بہترین صورت میں دیکھا ہے۔

حضرت قدس علیہ الرحمہ حدیث شریف کے حوالے سے حضور صلی اللہ کی رویت الٰہی کا ذکر کرتے ہوئے پیر کی رویت کو رسول پاک ﷺ کی رویت قرار دیتے ہیں یعنی پیر کا جلوہ رسول کا جلوہ ہے اور رسول کا جلوہ حق کا جلوہ ہے اسی طرح پیر کا دیدار حق کا دیدار ہے۔

اقوال زریں

جان لو علم کی دو قسمیں ہیں ایک علم مکاشفہ (علم باطن) اور دوسرا علم ظاہر یا علم معاملہ۔ علم باطن تمام علوم کی انتہا ہے۔ عارفین کا قول ہے کہ جو اس علم سے بے بہرہ ہوگا اس کے خاتمہ کی خرابی کا خوف ہے۔ کم سے کم درجہ اس علم کا یہ ہے کہ اس کی تصدیق کرے اور اس علم والوں (اولیاء اللہ) کو مانے اور دوسری عذاب کی علامت منکر کا یہ ہے کہ اس علم سے اس کو کچھ نہیں ملتا حالانکہ یہ علم صدیقوں اور مقربان الٰہی جل جلالہ کا ہے۔

حضرت امام غزالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گلستان سعدی

از حضرت مولانا شیخ سعدیؒ

ترجمہ مولانا قاضی سجاد حسین صاحب

حکایت:

کسے مژدہ پیش نوشیروان عادل برد وگفت شنیدم کہ

کوئی آدمی نوشیروان عادل کے پاس خوشخبری لے گیا اور کہا کہ میں نے سنا ہے کہ

فلاں دشمن ترا خدائے تعالیٰ برداشت گفت ہیچ شنیدی کہ مرا بگذاشت فرد

تیرے فلاں دشمن کو خدائے تعالیٰ نے اٹھا لیا اس نے کہا کیا تو نے یہ بھی سنا کہ اس نے مجھے چھوڑ دیا

قطعہ

اگر بمرد عدو جائے شادمانی نیست   کہ زندگانی ما نیز جاودانی نیست

اگر دشمن مر گیا تو خوشی کا موقع نہیں ہے   اس لئے کہ ہماری زندگی میں بھی ہمیشگی نہیں ہے

حکایت:

گروہے حکما در بارگاہ کسریٰ بہ مصلحتے در سخن ہمی گفتند و بزرجمہر

عقلمندوں کی ایک جماعت کسریٰ کے دربار میں کسی تدبیر میں مشورہ کر رہی تھی اور بزرجمہر

کہ مہتر ایشاں بود خاموش بود سوال کردندش کہ با ما دریں بحث چرا سخن

جو ان کا سردار تھا چپ تھا انہوں نے اس سے کہا کہ تم ہمارے ساتھ اس بحث میں کیوں بات چیت

نگوئی گفت وزیراں بر مثال اطبا اند وطبیب دارو ندہد مگر بہ سقیم

نہیں کرتے اس نے کہا وزیروں کی مثال طبیبوں کی سی ہے اور طبیب بیمار ہی کو دوا دیتا ہے

پس چوں بینم کہ رائے شما بر صواب ست مرا بر سر آں سخن گفتن حکمت نباشد

جب میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ تمہاری رائے درست ہے تو اس پر میرا بات کرنا دانائی نہ ہوگی

مثنــــوی

چو کارے بے فضول من بر آید | مرا در وے سخن گفتن نشاید
جو کام میرے بات بنائے بغیر نکل جائے | مجھے اس میں بات نہ کرنی چاہئے
وگر بینم کہ نابینا و چاہ است | اگر خاموش بنشینم گناہ است
اگر میں دیکھوں کہ اندھا ہے اور کنواں | اگر کچھ چپ بیٹھا رہوں تو گناہ ہے

حکایت:

ہارون الرشید چوں ملک مصر مسلم شد گفتا بخلاف آں
ہارون رشید کا جب ملک مصر پر قبضہ ہوگیا تو اس نے کہا کہ اس سرکش کے
طاغی کہ بہ غرور ملک مصر دعوے خدائی کرد نہ بخشم ایں ملک را الا
برعکس جس نے صرف ملک مصر کے گھمنڈ میں خدائی کا دعویٰ کیا میں یہ ملک نہیں دوں گا مگر
بخسیس ترین بندگاں سیاہے داشت خصیب نام ملک مصر بوے
اپنے غلاموں میں سے بھی ادنیٰ ترین کو۔ اس کا ایک حبشی غلام خصیب نامی تھا ملک مصر اس کو
ارزانی داشت آوردہ اند کہ عقل و درایت او تا بجائے بود کہ طائفہ
بخش دیا لوگ بیان کرتے ہیں کہ اس کی عقل و سمجھ اس درجہ کی تھی کہ مصر کے
حراث مصر شکایت آوردندش کہ پنبہ کاشتہ بودیم بر کنار نیل باراں
کاشتکاروں کی ایک جماعت نے شکایت کی کہ ہم نے دریائے نیل کے کنارے روئی کی کاشت کی تھی بے موسم
بے وقت آمد و تلف شد گفت پشم بایستے کاشت تا تلف نہ شدے
کی بارش سے وہ تباہ ہوگئی ہے اس نے کہا تمہیں اون بونی چاہیے تھی تاکہ تباہ نہ ہوتی،

صاحب دلے ایں کلام بشنید وگفت

یک بزرگ نے یہ بات سنی اور کہا

مثنــــوی

اگر روزی بدانش در فزودے | زناداں تنگ تر روزی نبودے
اگر روزی عقل کی وجہ سے بڑھتی | تو بے وقوف سے بڑھ کر کوئی تنگ روزی نہ ہوتا

بناداں آں چناروزی رساند | کہ دانا اندراں حیراں بماند
بے وقوف کو وہ اس طرح روزی پہنچاتا ہے | کہ عقلمند اس میں حیران رہ جاتا ہے

مثنــــوی

بخت ودولت بکاردانی نیست | جزبتائید آسمانی نیست
نصیب اور دولت ہنرمندی کی وجہ سے نہیں ہے | یہ تو محض آسمانی تائید سے ہے

کیمیا گر بغصہ مردہ بہ رنج | ابلہ اندر خرابہ یافتہ گنج
کیمیا گر رنج میں غصہ سے مر گیا | بے وقوف نے ویرانے میں خزانہ پایا

اوفتادہ است درجہاں بسیار | بے تمیز ارجمند وعاقل خوار
دنیا میں یہ بہت ہوتا ہے | کہ بے تمیز صاحب مرتبہ اور عقلمند ذلیل

حکایت:

یکے را از ملوک کنیزک چینی آوردند خواست درحالت مستی

بادشاہوں میں سے ایک کے پاس چین کی لونڈی لائے۔ بادشاہ نے مستی کی حالت میں

باوے جمع آید کنیزک ممانعت کرد ملک درخشم شد و مر اورا بسیاہے بخشید

چاہا کہ اس سے ہمبستری کرے لونڈی نے روک دیا۔ بادشاہ کو غصہ آ گیا اور اس کو ایک حبشی غلام کو دے دیا

کہ لب زبرینش از پرہ بینی درگزشتہ بود و زیرینش بہ گریباں فروہشتہ
جس کا اوپر کا ہونٹ ناک کے نتھنے سے بھی اوپر اور نیچے کا ہونٹ گریبان تک لٹکا ہوا تھا

ہیکلے کہ صخر جنی از طلعت او برمیدے وعین القطر از بغلش بچکید ے فرد
یہ بدصورت کہ صخر نامی جن بھی اس کی صورت دیکھ کر بھاگتا اور تارکول کا چشمہ اس کی بغل سے نچڑتا

توگوئی تا قیامت زشت روئی ... بر او ختم ست و بر یوسف نکوئی
تو یہ کہے گا کہ قیامت تک کے لئے بدصورتی ... اس پر ختم ہے اور حضرت یوسف پر خوبصورتی

قطعہ

شخصے نہ چناں کہ بد منظر ... کز زشتی او خبر تواں داد
وہ شخص نہ تھا بدصورت ... کہ جس کی برائی بیاں کی جا سکے

وانگہ بغلش نعوذ باللہ ... مردار بہ آفتاب مرداد
اور پھر اس کی بغل تو اللہ بچائے ... بھادوں کی دھوپ کا سڑا ہوا مردار

آوردہ اند کہ دراں مدت سیاہ را نفس طالب بود و شہوت غالب
لوگ بیان کرتے ہیں کہ اس زمانہ میں حبشی کا نفس طالب تھا اور شہوت غالب تھی

مہرش بجنبید مہرش برداشت بامداداں کہ ملک کنیزک را بجست و نیافت
اس کی محبت بھڑکی اور اس نے اس کی مہر اکھاڑ پھینکی صبح کے وقت جب بادشاہ نے لونڈی کو تلاش کیا اور نہ پایا

حکایت بگفتندش خشم بگرفت و فرمود تا سیاہ را باکنیزک استوار بہ بندند و از
تو لوگوں نے رات کا واقعہ بادشاہ کو بتایا۔ بادشاہ کو غصہ آیا اور حکم دے دیا کہ حبشی کو لونڈی کے ساتھ کس کر باندھیں اور

بام جوسق بقعر خندق دراندازند یکے از وزرائے نیک محضر روئے
بالاخانہ کی چھت سے خندق کی گہرائی میں پھینک دیں ایک نیک طبیعت وزیر نے سفارش

شفاعت برزمین نہاد و گفت سیاہ بیچارہ را دریں خطائے نیست
کے لئے پیشانی زمین پر جھکی اور کہا حبشی بے چارے کا اس میں کوئی قصور نہیں ہے

کہ سائر بندگاں بنوازش خداوندی متعوداند گفت اگر در ملاطفت او

اس نے کہ تمام غلام شاہی مہربانی کے عادی ہیں اس نے کہا ۔ اگر اس سے ہمبستری میں

شبے تاخیر کردے چہ شدے کہ من اور فزوں تر از بہائے کنیزک

ایک رات کی دیر کر دیتا تو کیا ہرج تھا کہ میں اس کو لونڈی کی قیمت سے بھی زیادہ

بدادمے گفت اے خداوند انچہ فرمودی معلوم ست لیکن نشیدی

دے دیتا اس نے کہا اے آقا جو کچھ آپ نے فرمایا درست ہے لیکن کیا جناب نے عقلمندوں

کہ حکما گفتہ اند دریں معنی۔

کا وہ قول نہیں سنا جو اسی بارے میں ہے۔

قطعہ

تشنہ سوختہ بر چشمہ حیواں چو رسد	تو مپندار کہ از پیل دماں اندیشد
جل بھنا پیاسا جب آب حیات کے چشمہ پر پہونچ جائے	تو یہ نہ سمجھ کہ وہ مست ہاتھی سے ڈرے گا
ملحد گرسنہ درخانہ خالی برخواں	عقل باور نکند کز رمضاں اندیشد
بھوکا بددین خالی گھر میں دستر خوان پر	عقل کو یقین نہیں آتا کہ وہ رمضان کا خیال کرے گا

ملک را ایں لطیفہ پسند آمد وگفت اکنوں سیاہ را بتو بخشیدم کنیزک را

بادشاہ کو یہ لطیفہ پسند آگیا اور اس نے کہا اب حبشی غلام میں نے تجھے بخشدیا لونڈی کا

چہ کنم گفت کنیزک را ہم بہ سیاہ بخش کہ نیم خوردہ سگ ہم اورا شاید

کیا کروں اس نے کہا کہ لونڈی بھی حبشی کو بخشدیجئے کہ کتے کا بچا ہوا کتے ہی کے مناسب ہے

ہرگز اورا بدوستی مپسند	کہ رود جائے ناپسندیدہ
دوستی کے لئے ایسے شخص کو پسند نہ کر	جو کسی بری جگہ چلا جائے
تشنہ رادل نخواہد آب زلال	نیم خوردہ دہان گندیدہ
پیاسا بھی اس ستھرے پانی کو پینا پسند نہ کرے گا	جو کسی گندہ دہن کا بچا ہو ہو

حکایت:

اسکندر رومی رارسیدند کہ دیار مشرق ومغرب را بچہ
سکندر رومی سے لوگوں نے پوچھا کہ مشرق ومغرب کے ممالک تو نے کیسے فتح
گرفتی کہ ملوک پیشیں راخزائن وعمروملک ولشکر بیش ازیں بود وچنیں
کرے اس لئے کہ پہلے بادشاہوں کے خزانے اور عمر اور ملک اور لشکر اس سے بڑھے ہوئے تھے وران کو
فتحے میسر نہ شد گفت بعون اللہ عزوجل ہر مملکتے راکہ بگرفتم رعیتش را
ایسی فتح میسر نہ آئی، اس نے کہا خدا بلند وبالا کی مدد سے جو ملک میں نے فتح کیا اس کی رعایا کو
نیازردم ورسوم خیرات گزشتگاں باطل نہ کردم ونام پادشاہاں
میں نے نہ ستایا اور بزرگوں کی عمدہ رسموں کو میں نے موقوف نہ کیا اور بادشاہوں کا نام
جز بہ نکوئی نبردم
اچھائی کے سوا نہ لیا

بیت

بزرگش نخوانند اہل خرد — کہ نام بزرگاں بزشتی برد
عقلمند اس شخص کو کبھی بڑا نہیں مانتے — جو بڑوں کا نام برائی سے لے

قطعہ

ایں ہمہ ہیچ ست چوں می بگزرد — بخت وتخت وامر ونہی وگیر ودار
یہ سب کچھ کچھ بھی نہیں جب کہ جاتا رہتا ہے — نصیب، تخت شاہی حکم چلانا، روکنا، اور پکڑ دھکڑ
نام نیک رفتگاں ضائع مکن — تابماند نام نیکت برقرار
پہلوں کے نیک نام کو ضائع نہ کر — تاکہ تیرا نیک نام باقی رہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فتوح الغیب

تالیف حضرت سید شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

خیر و شر ایک ہی شجر کے دو ثمر ہیں

حضرت شیخؒ فرماتے ہیں کہ خیر و شر ایک ہی درخت کی دو ٹہنیوں کے پھل ہیں۔ ایک ٹہنی سے پھل تو شیریں ہوتے ہیں اور دوسری کے تلخ۔ لہٰذا تمہارے لئے ضروری ہے کہ ان ممالک اور اس سرزمین کے گرد و نواح کو چھوڑ دو جہاں کے لوگ تلخ ٹہنی سے پھل کو حاصل کرتے ہیں اور ایسے لوگوں سے اور ان کے اہل سے بہت دور نکل کر اس درخت کی قربت اختیار کرتے ہوئے اس کے پاسبان خادم بن کر اس کے نزدیک قیام پذیر ہو جاؤ۔ اور اس درخت کی ٹہنیوں نیز اس کے پھلوں کی شناخت پیدا کرتے ہوئے میٹھے پھل کی ڈالی کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ اور اس سے اپنی غذا اور روزی حاصل کرتے ہوئے کڑوے پھل والی ٹہنی کی طرف رخ کرنے سے اجتناب کرتے رہو۔ کیونکہ اس کی تلخی تمہاری ہلاکت کا سبب بھی بن سکتی ہے پھر جب تم اس حالت کو دوامی بنا لو گے تو تم راحت و سلامتی کے ساتھ تمام آفات و بلیات سے مامون ہو جاؤ گے۔ کیونکہ آفات و بلیات کڑوے پھل سے جنم لیتی ہیں اور اگر تم اس درخت کو نظر انداز کرکے گرد و نواح میں پھنس گئے پھر تمہارے ہاتھ میں دونوں قسم کے پھل پہنچ گئے جو اس طرح ملے جلے ہوئے ہوں۔ جن میں تلخ و شیریں پھلوں کی تمیز کرنی دشوار ہو تو اس کی تلخی تمہارے کام و دہن اور دماغ میں اس طرح سرایت کر جائے کہ اس کے عروق اور اس کے اجزا تمہاری جسمانی ہلاکت کا باعث ہو جائیں۔ یا اس کی تلخی تمہارے معدہ میں اس طرح حلول کر جائے کہ ان اثرات دھونے سے بھی زائل نہ ہو سکیں۔ اور نہ جسم میں سرایت کردہ اثرات جسم کے لئے منفعت بخش ہو سکیں۔ لیکن اگر تم نے شیریں پھل منہ میں رکھ لیا تو اس کی حلاوت تمہارے اجزائے جسمانی کے لئے نفع بخش ہوں گی اور سرور و راحت بھی حاصل ہو سکے گی۔ لیکن شیریں پھل کھانا ایک ہی مرتبہ کافی نہیں ہے۔ بلکہ مسلسل کھاتے رہنا چاہیے۔ اور اس سے بھی خود کو مامون تصور کرنا چاہیے کہ تیسری مرتبہ میں ثمر تلخ ہاتھ میں نہیں آ جائے گا۔ کیونکہ ہمارے

ذکر کے مطابق وہ دونوں ملے جلے ہوئے ہیں۔ لہذا خیریت اسی میں ہے کہ پھلوں کی شناخت اور درخت سے بعد تحقیق کرنا چاہیے۔ بلکہ عافیت اسی میں ہے کہ درخت سے قریب ہی قیام پذیر رہا جائے۔

لہذا خیر و شر عزوجل ہی کے افعال ہیں اور وہی ان کا فاعل اور جاری کرنے والا ہے۔ جیسا کہ باری تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے تم کو اور تمہارے اعمال کو تخلیق کیا ہے۔" اور حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ خدا ہی نے اونٹ اور بکری پیدا کئے اور اسی نے ان کو ذبح کرنے والوں کو بھی پیدا کیا۔ اور بندوں کے عمل و کسب کو تخلیق کرنے والا بھی وہی ہے۔ جیسا کہ ایک جگہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ "جنت میں داخل ہو جاؤ یہ تمہارے اعمال کی جزا ہے۔" سبحان اللہ یہ اس کا کتنا بڑا رحم و کرم ہے کہ اس نے اعمال کی نسبت بندوں کی طرف کی۔ اور ان کے اعمال ہی کی جزا میں دخول جنت کا حکم عطا کیا مگر یہ توفیق بھی اسی کی رحمت سے ملتی ہے جو اس نے دنیا و آخرت میں مقدر فرمائی ہے۔ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ کوئی اپنے اعمال کی وجہ سے جنت میں نہیں جائے گا۔ کسی نے دریافت کیا کہ آپ بھی یا رسول اللہ؟ آپ نے فرمایا کہ میں اس وقت تک داخل نہیں ہو سکتا جب تک کہ خدا تعالیٰ مجھ کو اپنی رحمت میں نہ ڈھانپ لے۔ اور جب تک میرے سر پر دست شفقت نہ رکھ دے۔" یہ حدیث حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔ پھر جب تم احکام خداوندی کی تعمیل کرتے ہوئے اس کے فرمانبردار بن جاؤ گے تو خدائے عزوجل تمہیں برائیوں سے محفوظ رکھتے ہوئے نیکی خیر میں مزید اضافہ فرمائے گا۔ خواہ وہ برائیاں دنیوی ہوں یا اخروی۔ اخروی برائیوں سے بچانے کے متعلق باری تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ "اللہ تمہیں عذاب میں کیوں مبتلا کرے گا جب کہ تم شکر گزار مومن ہو۔ اللہ تعالیٰ شکر کی جزا دینے والا جاننے والا ہے۔ لہذا شکر گزار مومن تک بلا کس طرح رسائی حاصل کر سکتی ہے بلکہ وہ تو بلیات سے عافیت کی جانب اس سے زیادہ قریب ہو جاتا ہے کہ اس وقت بندہ رحمت و نعمت کے مقام میں ہوتا ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ کا فرمان ہے کہ "اگر تم شکر کرو گے تو نعم و کرم میں اضافہ کر دیا جائے گا۔" لہذا جب تمہارا ایمان آخرت میں نار جہنم کے ان شعلوں کو سرد کر سکتا ہے جو ہر معصیت کار کے لئے مرہن جایا کرتے ہیں تو پھر ایمان کے ذریعہ بلیات دنیاوی کی آگ کیوں سرد نہیں ہو سکتی۔ البتہ ان بندوں کو احوال قطعاً مختلف ہوا کرتے ہیں جن کو جذب و ولایت اور برگزیدگی کیلئے منتخب فرما لیا گیا ہو۔ کیونکہ ان پر بلیات کا ہجوم اس لئے بھی ضروری ہے کہ ان کے ذریعہ خواہشات کی پرستش، طبائع کی شرافت، شہوانی محرکات، آرام میں حصول لذت، مخلوق سے طمانیت اور لوگوں کی قربت سے مسرت و سکون حاصل کرتے ہیں۔ لہذا ان تمام چیزوں سے ان کو صاف کرنا مقصود ہوتا ہے تا کہ ان کو قلوب میں توحید و معرفت، اسرار و علوم

اور نور قرب کے سوا کچھ باقی نہ رہے۔ اس لئے کہ قلب ایک بیابان ہے جس میں دو دن نہیں، جیسے گئے۔ ایک اور جگہ فرمایا: "جب سلاطین کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں اس کو ملیامیٹ کر دیتے ہیں اور بستی کے معزز لوگوں کو ذلیل اور رسوا کرتے ہیں اور ان کو ان کے مکانوں اور عیش و راحت کی زندگی سے نکال باہر کرتے ہیں۔" ٹھیک یہی کیفیت ولایت قلب کی بھی ہے کہ اس سے شیاطین کو اور خواہشات نفسانی کو اور وہ اعضاء جو ان خواہشات کی پیروی کرتے ہوئے انواع و اقسام کے گناہ ہوں اور گمراہی کا ارتکاب کر کے برباد کر دیتے ہیں۔ اسی طرح قلب کو خالی کر دیا جاتا ہے کہ شیاطین کی حکمرانی بھی ختم ہو جاتی ہے اور اعضاء کی حرکت بھی ختم ہو جاتی ہے۔ اور سینہ جو قلب کا صحن ہے وہ بھی پاک صاف ہو جاتا ہے۔ اس وقت قلب عرفان وحدانیت کا اور اسرار و علوم کا مخزن بن جایا کرتا ہے۔ غرضیکہ یہی تمام چیزیں عنایات و مصائب کا ثمرہ ہیں جیسا کہ حضور کا فرمان ہے کہ "ہم گروہ انبیاء بلاؤں میں تم سے بہت زیادہ ہیں پھر جس کا درجہ کا ہے اسی کے مطابق"۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ "میں خدا کو تم سے زیادہ پہچانتا ہوں اور تم سے زیادہ اس سے خوف زدہ رہتا ہوں۔" یعنی جو شخص بادشاہ سے جس قدر قریب ہوگا اس کو خوف و خطر بھی زیادہ ہی ہوگا۔ کیونکہ اس کی تمام حرکات و سکنات ہر وقت بادشاہ کی نظروں میں رہتی ہیں۔ لیکن اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک تو پوری مخلوق ہی فرد واحد کی طرح ہے اور اس کی کوئی چیز اس سے پوشیدہ تو ہم یہ جواب دیں گے اس وقت مقرب بارگاہ کے مراتب بلند ہو جاتے ہیں اور اس کی قدر و منزلت میں اضافہ ہو جاتا ہے تو اسی نوعیت کے اعتبار سے اس کے لئے خطرات میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے کیونکہ سب سے زیادہ شکر گذاری اس پر واجب ہو جاتی ہے اور خدا کے احسان و اکرام بھی اس پر بڑھ جاتے ہیں یعنی اس کی طاعت میں ادنیٰ عدم توجہی اور شکر گذاری میں کوتاہی اس کی طاعت میں کمی و نقصان کا باعث ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ باری تعالیٰ حضور اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات کے لئے فرماتا ہے کہ "اے نبی کی بیویو تم میں جو بھی کھلی نافرمانی کرے اس کو دگنا عذاب دیا جائے گا۔" لیکن حضور کی ازواج مطہرات سے یہ فرمانا محض اس وجہ سے ہے کہ خدا تعالیٰ نے ان کو نبی کے ساتھ متصل رکھتے ہوئے ان پر اپنی نعمتوں کا اتمام فرما دیا ہے۔ پھر جو شخص بارگاہ خداوندی کا مقرب بن گیا ہو اس کی کیا کیفیت ہوگی اور اللہ تعالیٰ اس چیز سے بلند و بالا ہے کہ اس کو کسی مخلوق سے تشبیہ دی جا سکے۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ کوئی شے اس جیسی نہیں ہے وہی سمیع و بصیر ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ کسی کو ہدایت عطا کرنا بھی اسی کا کام ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیوان حافظ

از: .... حضرت حفیظ شیرازی

ترجمہ مولانا قاضی سجاد حسین صاحب

سینہ ام ز آتش دل در غم جانانہ بسوخت
آتشے بود دریں خانہ کہ کاشانہ بسوخت

معشوق کے غم میں دل کی آگ سے میرا سینہ جل گیا
اس گھر میں ایسی آگ تھی جس سے پورا گھر جلا دیا

تنم از واسطہ دوری دلبر بگداخت
جانم از آتش ہجر رخ جانانہ بسوخت

دلبر کی دوری کی وجہ سے میرا جسم گھل گیا
محبوب کے رخ کے فراق کی آگ سے میری جان جل گئی

ہر کہ زنجیر سر زلف پری روئے تو دید
شد پریشاں و دلش برمن دیوانہ بسوخت

جس نے تیرے پری جیسے چہرہ کی زلف کی زنجیر کو دیکھا
وہ پریشان ہو گیا اور اس کا دل مجھ دیوانہ پر جلا

سوز دل بیں کہ ز بس آتش اشکم دل شمع
دوش برمن ز سر مہر چو پروانہ بسوخت

دل کی گرمی دیکھ میرے آنسوؤں کی آگ سے شمع کا دل
شب گزشتہ مجھ پر مہربانی سے پروانہ کی طرح جلا دیا

چوں پیالہ دلم از توبہ کہ کردم بشکست
چوں صراحی جگرم بے مے و پیمانہ بسوخت

جو توبہ میں نے کی اس سے میرا دل پیالہ کی طرح شکستہ ہو گیا
میرا جگر شراب اور پیمانے کے بغیر صراحی کی طرح جل گیا

ماجرا کم کن و باز آ کہ مرا مردم چشم
خرقہ ز سر بدر آورد و بشکرانہ بسوخت

قصہ کم کر اور واپس آ جا کیونکہ میری آنکھوں کی پتلی نے
خرقہ سر سے اتار دیا ہے اور شکرانہ میں جلا دیا ہے

آشنائے نہ غریب ست کہ دلسوز من ست
چوں من از خویش برفتم دل بیگانہ بسوخت

وہ آشنا اجنبی نہیں ہے جو میرا دل جلانے والا ہے
جب میں اپنے سے گیا تو غیروں کا بھی دل جل گیا

خرقہ زہد مرا آب خرابات ببرد
خانہ عقل مرا آتش خمخانہ بسوخت

میرے زہد کی گدڑی کو شراب خانہ کا پانی بہا لے گیا
میری عقل کے خانہ کو شراب خانہ کی آگ سے جلا دیا

ترک افسانہ بگو حافظ و مے نوش دمے   کہ نخفتیم شب و شمع بافسانہ بسوخت
اے حافظ فسانہ گوئی چھوڑ اور تھوڑی دیر شراب پی   اس لئے کہ ہم تمام شب نہ سوئے اور شمع فسانہ میں جل گئی

ساقیم خضرست و مے آب حیات   توبہ ازمے چوں کنم ہیہات ہیہات
میرا ساقی خضر ہے، اور شراب آب حیات ہے   ہائے افسوس ایسی شراب سے کس طرح توبہ کروں گا

بادہ تلخ از لب شیریں لباں   در حلاوت می برد آب از نبات
شیریں ہونٹ والوں کے ہونٹ سے، تلخ شراب   مٹھاس میں، مصری کو شرمندہ کرتی ہے

چوں دم عیسیٰ نسیم اوز لطف   مردہ صد سالہ بخشد حیات
اس کی ہوا پاکیزہ کی وجہ سے حضرت عیسیٰ کی پھونک کی طرح   سو سالہ مردے کو زندگی بخشتی ہے

جز بآب آتشیں یعنی شراب   حل نمیگردد مرا ایں مشکلات
آتشیں پانی یعنی شراب کے سوا   میری یہ مشکلات حل نہ ہوں گی

روزی ما بیں کہ دیوان عشق   جز بے ہجراں نشد مارا برات
ہماری روزی کو دیکھو کہ عشق کے دفتر سے   ہجر کی شراب کے علاوہ ہمیں دیتا دیر نہ ملی

شاد بادا روح آں رندے کہ او   بر سر کوئے مغاں یابد وفات
اس رند کی روح، خوش رہے جو مغچوں کے کوچہ میں، وفات پاجائے

حاصل عمر تو حافظ درجہاں
اے حافظ دنیا میں تیری زندگی کا حاصل

بادۂ صافی ست باقی ترہات
صاف شراب ہے، باقی بیہودگی ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عقیدۂ اہل سنت

از حضرت سید شاہ ابو الحسین احمد نوری

مترجم: ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ڈاکٹر سید محمد امین

پندرھواں نور خوب سمجھ لو کہ جب ساعت نزع یعنی انتقال قریب ختم ہوتی ہے اور ایک ساعت کے علاوہ کوئی ساعت باقی نہیں رہتی اس وقت ابلیس لعین آتا ہے جیسے کہ دنیوی موت کے وقت اپنے نفس ناپاک کے ساتھ آتا ہے اور یہ کام اپنی ذریت سے نہیں لیتا اور جس طرح موت کے وقت ایمان غارت کرنے کی کوشش کرتا ہے مگر حق پر بندہ رحم فرماتا ہے اور میرا پروردگار تو بڑا غفور و رحیم ہے (ایمان غارت کرنے میں ابلیس ناکام رہتا ہے) اسی طرح اس ساعت وجود اسکی کوششوں کا لب لباب ہے، غارت کرنے کی کوشش کرتا ہے مگر جو تیرا پروردگار چاہے بے شک اللہ علیم و حکیم ہے۔ اگر فضل الٰہی شامل حال ہوا اور امداد اللہ کی تو اس سے کسی دوسرا چارہ ساعت کے خاتمے کی طرف ہو تو اس سے چھٹکارا مل جاتا ہے ورنہ نہیں ملتا۔ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سیاحت کرتا ہوا ایک صحرا میں پہنچ گیا اور مجھے پانی نہ ملا مجھے پیاس نے پریشان کیا ناگاہ ایک بادل نے سایہ کیا اور اس سے شبنم کی مانند ایک چیز نمودار ہوئی کہ میں اس سے سیراب ہوا پھر میں نے ایک روشنی دیکھی کہ آسمان کا کنارہ اس سے روشن ہو گیا اور اس سے ایک صورت ظاہر ہوئی اور اس سے ایک آواز مجھے سنائی دی کہ اے عبد القادر میں تیرا پروردگار ہوں میں نے حرام چیزیں تجھ پر حلال کیں میں نے یہ بات سن کر اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھا اور کہا کہ ملعون دور ہو تو وہ روشنی اندھیرے سے اور وہ صورت دھوئیں سے بدل گئی اور مجھ سے کہا کہ اے عبد القادر تم نے اپنے علم اور اپنے پروردگار کے حکم سے مجھ سے نجات پائی خدا کی قسم اس قسم کے واقعات سے ستر اہل طریقت گمراہ کر چکا ہوں میں نے کہا کہ یہ تو صرف میرے رب کا فضل و احسان ہے۔ سیدنا غوث اعظم سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ کو کیسے علم ہوا کہ وہ شیطان ہے فرمایا اس کے اس قول سے کہ میں

سے حرام و تمیداروں کے لئے حلال کیا میں سمجھتا ہوں کہ حق تعالیٰ اس کا حکم نہیں دیتا۔

سولھواں نور ولی کو ولی نہ جاننا اور غیر ولی کو ولی سمجھنا دونوں ممنوع ہیں ان سے کہیں بے دلی کی نتیجہ و سنگ دلی ہے۔ نبی کو جھٹلانا کفر ہے اور ولی کو جھٹلانا فسق ہے لیکن اس کا انجام کار بعض وقت کفر کی طرف کھینچ لے جا سکتی ہے۔ نبی کا قتل کسی وقت کفر ہے اور ولی کا قتل کرنا اگرچہ اول فسق ہے لیکن ولی کے قاتل کا بھی اپنا ایمان سلامت لے جانا دشوار ہے جیسے کہ تجربہ ہوتا ہے۔

سترھواں نور انسان چار اوصاف کے ساتھ عدم سے وجود میں آیا ہے۔ ۱۔ بہیمی ۲۔ سبعی ۳۔ شیطانی ۴۔ ملکوتی صفت بہیمی (حیوانی) کی وجہ سے قوت شہوانی ظاہر ہوئی اور صفت سبعی کی وجہ سے قوت غضب ظاہر ہوئی اور شیطانی صفت کی وجہ سے غرور، نخوت، گھمنڈ، چالبازی اور مکاری وغیرہ ظاہر ہوئیں اور صفت ملکوتی جو اصل صفت ہے اس کی وجہ سے انسان کا نام پیدا ہوا اس کی وجہ سے اطاعت و فرماں برداری، محبت و خلوص، عشق و لطف وغیرہ ظاہر ہوئے۔ اب اگر انسان میں دیگر صفات پر ملکوتی صفت غالب ہے اور اس نے دوسری صفات کو مغلوب و محکوم بنایا ہے تو وہ انسان کہلائے جانے کا مستحق ہے ورنہ اس کا شمار چوپایوں، درندوں یا شیطانوں میں ہوگا۔ اگر برے لوگوں کی صحبت نے اس قوت کو ملیامیٹ کر کے غفلت میں ڈال دیا ہے حتیٰ کہ انسان اپنی اصل کو بھول کر یہ سمجھنے لگے کہ میں صرف کھانے پینے اور عیش و عشرت کے لئے پیدا ہوا ہوں تو اسے اس خیال کو ترک کر دینا چاہئے اس کے لئے کسی کامل بزرگ کی خدمت میں حاضر ہو جو صفت بہیمی، سبعی اور شیطانی سے گزر کے صفت ملکوتی حاصل کر چکا ہو اور وہاں سے باطنی فیض حاصل کر کے اسی پر عمل کرے۔

اٹھارواں نور اس راہ کی جڑ اور تمام مبادی سے بڑھ کر برزخ شیخ ہے لہٰذا اس راہ کے مسافر کو یہ بات سمجھ کر اس کی طرف توجہ دینا چاہئے۔ برزخ یہ ہے کہ کسی جگہ تنہا بیٹھ کر آنکھیں بند کر کے شیخ کا تصور ذہن میں جمائے گویا میں شیخ کے آمنے سامنے بیٹھا ہوں اور میں نے اپنا دل مرشد کے دل کے نیچے ملا دیا ہے اور فیض کے چشمے سے وہ فیوض جو پیران سلسلہ کی روح کے وسیلے سے میرے مرشد کے دل میں سماتے ہیں اس سے نورانی نور وہ یا سورج کی کرن یا صبح کی ٹھنڈی ہوا یا بارش کے قطروں کی شکل میں ظاہر ہو کر میرے دل میں اترتے ہیں اور ان فیوض کی برکت سے میرا دل مرشد کے دل کی صفت اختیار کر لے گا اور بلند درجات کی طرف ترقی کرے گا۔ اپنے مرشد کو ہر آن ہر وقت اپنی ہر حالت سے آگاہ اور خبردار جانے یعنی حقیقتاً اپنی صفت علیمی اور علام الغیوبی کے ساتھ اس مظہر یعنی برزخ شیخ میں جلوہ گر ہے وہ میرے حال سے واقف ہے۔ درحقیقت شیخ کوئی چیز نہیں، جو کچھ ہے وہی ہے چنانچہ وہی تمام عالم میں مختلف مظاہر میں جلوہ گر ہے یہاں بھی اپنی صفت ہدایت اور اپنے اسم ہادی کے ساتھ اس برزخ میں تجلی فرما ہو کر

ہدایت فرماتا ہے اور شیخ اس کے اسم ہادی کا مظہر ہے۔ اور صفت علمی اور علام الغیوبی کے ساتھ اس برزخ میں تجلی فرما رہا ہے اور ہمارے حال سے آگاہ و خبردار ہے اور شیخ اس کے اسم علیم کا مظہر ہے اور بس۔ تو ہدایت کرنا اور خبردار رہنا سب حق کے لئے ہے اور شیخ تو بس مظہر ہے۔ جب ہدایت علمی اور عدی کی نسبت پیر شیخ کی جانب کر دی جاتی ہے حقیقتاً نہیں کہ حقیقت تو وہ خود ہی فنا ہونے والوں میں ہے۔ برزخ اتحاد میں مرشد کو محض اسم ہادی اور اللہ تعالیٰ کی صفت علمی کا مظہر جانے اور برزخ کا آخری سے آخری درجہ یہ ہے کہ شیخ اور یہ برزخ شیخ جو کچھ ہو صرف ایک وہی ذات ہو تو جب اس طرح متواتر کرے گا تو طالب کا اس صفت روح کے ساتھ جڑ جائے گا اور اس صاف ہو کر تجلیات کے قابل بن جائے گا۔ اور رفتہ رفتہ وہ برزخی صورت کلام کرنے لگے گی اور سالک کو ربانی حال وقال کے ہر سوال کا جواب سن لینے کی لیاقت پیدا ہو جائے گی اور صورت ملک وملکوت اور جبروت اور لاہوت کے تمام مقامات سالک پر ظاہر کر دے گی اور اسی صورت کے ذریعے تمام ارواح سے عالم ملکوت میں ملاقات ہوگی یہاں تک کہ حضور سرور عالم ﷺ کی روح مبارک کی حضوری نصیب ہوگی۔ ملکوت میں کوئی روح آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پر فتوح جیسی یا اس سے مشابہ نہیں ہے اس روح مبارک کی حضوری سے اس راہ کے علوم کی گہرائیاں اور باریکیاں طالب کے علم میں آئیں گی اور یہ صورت عالم مثال سے ہے اور یہ عالم ملکوت کی کنجی۔ عالم مثال، عالم ارواح اور عالم اجساد کے درمیان برزخ ہے۔ یہاں ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ عالم مثال میں ہر شخص کی ایک صورت ہے اور یہ صورت موت کے بعد باقی رہتی ہے اس کے برخلاف صورت جسمانی انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ عام طور پر فنا ہو جاتی ہے۔ خواب میں جو صورت نظر آتی ہے وہ بھی صورت مثالی روحانی ہوتی ہے اور جو کامل ہوتے ہیں وہ اسی صورت مثالی کی قوت سے ایک آن میں مختلف مقامات پر موجود ہوتے اور دکھائی دیتے ہیں اور ہزاروں حتیٰ کہ کسی شکل میں آنے کی قدرت رکھتے ہیں۔ واضح رہے کہ برزخ کی اس مشق کے مکمل ہو جانے کے بعد شیخ کی یہ صورت مثالی ہمیشہ سالک کے دائیں بازو، ہاتھ دو ہاتھ کے فاصلے سے نظر میں موجود رہے گی اور اس کے کام بنائے گی، مشکلیں حل کرے گی اور حیوانیت کے درجے سے انسانیت کی بلندی پر پہنچائے گی۔ پس اگر انسانی صورتوں اور درندہ سیرتوں کو کسی انسان اصلی وکامل کی صحبت کا اتفاق پڑ جائے اور اسے غنیمت جانے کہ اس کی صحبت کے فیض وبرکت سے اپنی بھولی ہوئی اصلیت یاد آ جائے گی اور یہ بھی انسان کامل بن جائے گا ورنہ مدتوں اپنی علطیوں میں پڑے پڑے مر جائیں گے۔ اللہ ہمیں جہالت کے اندھیرے سے نکالے اور بلند مرتبے کی روشنی تک پہنچا دے آمین ثم آمین۔

انیسواں مور اے بھائی یہ سب ایک ذات کے جلوے ہیں کہ تجھے ہر شکل اور ہر قسم میں

دکھائے جاتے ہیں۔ وہ جس طور چاہتا ہے تجلی فرماتا ہے اور یہاں ذات پاک سے کوئی بڑی چیز نہیں۔

بیسواں مورد عالم برزخ وہ عالم ہے جہاں بنی آدم کی روحیں اپنے بدن سے جدا ہو کر تا قیام حشر قیام کریں گی اور یہ مقام قرآن کریم سے اجمالاً اور احادیث واخبار نبویہ سے تفصیلاً ثابت ہوتا ہے۔ یہ عالم دنیا اور آخرت کے درمیان واقع ہے اسی لئے اسے برزخ کہتے ہیں اور یہ عالم، عالم مثال نہیں ہے یہ وہی عالم ہے جو اولیاء اللہ کے مکاشفات سے ملک وملکوت کے درمیان واقع ہے اور اپنی نورانیت اور لطافت کے اعتبار سے عالم ملکوت سے مشابہ ہے اور اپنی مقدار اور رونق کے اعتبار سے عالم ناسوت جیسا ہے۔ اس عالم میں دونوں عالم کی جھلک دکھائی دیتی ہے اور وہاں کا ہر زمانہ زمانۂ حال ہے ماضی اور مستقبل کی وہاں گنجائش نہیں ہے۔ اس عالم میں جو کچھ ہو چکا اور جو ہوگا یا ہو گیا یا آئے گا سب کی مثالیں اس عالم مثال میں بالفعل موجود ہے چنانچہ کتاب فتوحات مکی کی عبارت اس دعوی پر گواہ ہے کہ عالم مثال اور ہے عالم برزخ اور۔ فتوحات مکی کے مصنف قدس سرہ کی گفتگو کا نچوڑ یہ ہے کہ عالم برزخ جس کی طرف روحیں اپنے بدنوں سے علیحدگی کے بعد منتقل ہو جاتی ہیں اس برزخ کے علاوہ ہے جو جسموں اور روحوں کے درمیان ہے۔ پہلے کا نام غیب محالی ہے اور دوسرے کا نام غیب امکانی ہے۔ تو غیب امکانی کو دیکھنے والا اس کی خبریں دینے والے بہت سے ہیں برخلاف غیب محالی کے کہ اس کا کشف کرنے والے بہت ہی کم ہیں۔

اکیسواں مورد قبریں تین ہیں۔ پہلی دنیا کی قبر کہ وہ مٹی کی خاک پر ہے۔ دوسری عالم مثال کی قبر، یہ وہ قبر ہے جو عالم برزخ اور عالم شہادت کی قبروں کے درمیان واقع ہے اور دونوں قبروں کا عکس اور سایہ ہے۔ یہ قبر لطافت اور نورانیت کے اعتبار سے قبر برزخ کے مشابہ ہے اور محسوس ومقداری ہونے کے اعتبار سے قبر دنیا سے مشابہ ہے۔ تیسری قبر عالم برزخ کی قبر ہے اور وہی اصلی قبر اور ٹھہرنے کا مقام ہے یعنی روحیں اپنے بدنوں سے جدا ہونے کے بعد صور پھونکے جانے کے وقت تک اسی جگہ مقیم رہیں گی اور نعمت وعذاب، تنگی وفراخی کی جگہ یہی قبر ہے اور دوسری دونوں قبروں پر یہ ثواب وعذاب بطور عکس اور سایہ کے وارد ہوگا اور یہی قبر قطب کے کشف کا مقام ہے یعنی اپنے وقت کے قطب پر اس کا حال ظاہر ہو جاتا ہے۔ اولیاء کرام سے فیوض اسی قبر سے حاصل ہوتے ہیں اور سوال وجواب کا تعلق بھی اسی قبر سے ہے اور زندہ کا مردوں سے سوال کرنا اور مرنے والوں کا زندوں کو جواب دینا بھی اسی قبر سے متعلق ہے۔
ایک زندہ آدمی اپنا جو بھی مدعا اولیاء کی قبروں پر عرض کرتا ہے اس کا جواب اسے دو طرح سے حاصل ہوتا ہے۔ پہلا خطرہ صحیحہ کے طور پر دوسرا اس آواز کی طرح جو کسی گہرے کنویں یا گنبد کے اندر سے گونج کی صورت میں پیدا ہوتی ہے یا دور سے ہوا کے ذریعہ سنائی دیتی ہے۔ پہلے کا طریقہ یہ ہے کہ سوال کرنے والا

اپنے دل ہی دل میں اس خطرے سے کہتا اور خاموش ہو جاتا ہے۔ کچھ دیر بعد جواب سائل کے دل میں آنے لگتا ہے دوسری طرف سے ملنے والا جواب سمجھ اور کبھی آواز بالکل صاف ہوتی ہے جیسے ایک دوسرے سے بات چیت کرنے میں آتی ہے۔ یہ مرتبہ کامل لوگوں کو ملتا ہے جو مشق اور ورزش کی زیادتی سے حاصل ہوتا ہے۔ اور یہ قبر اصلی دنیا کی قبر کے مقابل ہوتی ہے اور اگر دنیا میں قبر نہیں یعنی آدمی دفن نہیں ہو بلکہ کوئی جانور کھا گیا یا آگ میں جل گیا تو ہضم کے بعد جہاں کہیں بھی اس کا فضلہ ہوگا وہیں اس کی قبر تصور کی جائے گی اس لئے کہ اجزائے انسانی کا ایک جزو یعنی تخم کبھی ختم نہیں ہوتا نہ کسی طرح اس کی حالت بدلتی ہے نہ اس میں تبدیلی آتی ہے تو وہ تخم حیوان کے پیٹ سے جس حصہ زمین پر گرے گا وہی اس کی قبر سمجھی جائے گی۔ اسی طرح جلانے میں بھی وہ ذرات محفوظ رہتے ہیں اور زمین انہیں بطور امانت رکھتی ہے اور وہی اس کی قبر ہوتی ہے اور اس قبر اصلی کا اثر اس دنیاوی مجازی قبر پر ایسا ہوتا ہے جیسے زمین پر سورج کی کرنیں یا مکان میں چراغ کی روشنی یا بدن سے روح کا تعلق۔ اس مثال سے یہ سمجھنا چاہئے کہ یہ قبر چند روزہ ہے اور اس میں ہمیشہ طرح طرح کی تبدیلیاں چکر لگاتی رہتی ہیں۔

انتیسواں نور جاننا کہ موت ایک عالم سے دوسرے عالم میں چلے جانے کا نام ہے اسی لحاظ سے آدمی کی تین موتیں اور چار زندگیاں ہوتی ہیں۔ چار زندگیوں سے تین موت کے لئے ہیں اور چوتھی آخری ہمیشہ کیلئے اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ جب روز میثاق اللہ تعالیٰ نے تمام روحوں کو لباس وجود پہنایا اور الست بربکم (کیا میں تمہارا رب نہیں) فرمایا اور جواب میں بلیٰ (بے شک) سنا تو یہ پہلی زندگی تھی اور اس کی مدت کا علم خدا کو ہی ہے اور جب اس جگہ سے منتقل کر کے ہمیں عالم شہادت میں پہنچایا تو یہ انتقال، عالم ارواح سے ہماری موت تھی اور ہمارا آنا عالم اجساد کی زندگی۔ یہ تو پہلی موت دوسری زندگی ہوئی اس کی مقدار اتنی ہی ہے جسے عمر کہتے ہیں اور جب ہم یہاں سے عالم برزخ میں پہنچیں گے تو یہ دوسری موت ہے کہ ہم دنیا سے چلے اور یہی تیسری زندگی ہے کہ عالم برزخ میں قیام کریں گے اور جب وہاں سے ہمیں آخرت میں پہنچایا جائے گا تو برزخ سے انتقال تیسری موت ہوگی اور دار آخرت میں پہنچنا چوتھی زندگی ہے اور یہ وہ زندگی ہے جس کے بعد کوئی موت نہیں۔

تیسواں نور (سوال) اس میں کیا حکمت ہے کہ عالم کو فنائے مطلق یعنی قیامت کے بعد دوبارہ وجود عطا فرمایا جائے گا اور پھر ابدالآباد تک باقی و دائم رکھا جائے گا۔ ممکن ہے اور ممکن یہی ہے کہ خداوند محض قدرت سے وجود پانے اور پھر اس کے فنا پر قدرت باقی رہے جیسے کہ ظہور میں آئے گا تو پھر اسے موجود کرنے اور باقی رکھنے میں کیا مصلحت ہے؟۔

(جواب) جو پہلے ہی فرصت میں الہام ہو، وہ بیان کرتا ہوں اگر دل کو بھلے لگے تو تسلیم کریں ورنہ

صفات کی کشش رہی۔ یہاں صوفیائے کرام سے دو ایک دقیق مسئلے ہیں۔ پہلا کان مدار یعنی معشوق (مخلوق ورن سے ساتھ کچھ نہ تھی) اسے مقام احدیت کہتے ہیں (دوسرا) یہ کہ جب خدا نے اپنی صفات کو ظاہر کرنے کا ارادہ فرمایا اور ظاہر ہے کہ ان کا ظہور ماسوا کی تخلیق کے بغیر ممکن نہیں۔ لہذا اس نے تخلیق کا ارادہ فرمایا اور عالم کو عدم سے وجود میں لایا اسے مقام واحدیت کہتے ہیں۔ اس میں حکمت یہی تھی کہ اپنے آپ کو پہچانے اگر مخلوق نہ ہوتی تو خالق وحاکم کسے کہا جاتا اور کون حاکم بنتا تو مقام واحدیت کی بنا پر ماسوا کو پیدا فرمایا اور وجود کو اپنے ظاہر فرما کر الست بربکم فرمایا اور مخلوق نے بلیٰ سے جواب کا اعتراف کیا اور پھر فنا کردے گا کیونکہ عالم کے دوبارہ زندہ ہونے کے لئے فنا ضروری ہے۔ اب اگر پھر دوبارہ فرمائے تو مقام واحدیت باقی رہتی ہے اور مقام واحدیت جیسا تھا پھر پردہ میں آجائے اس لئے کہ احدیت کی بنیاد واحدیت پر نہیں ہے برخلاف اس کے واحدیت قطعی احدیت پر منحصر ہے اور اس کا باقی رہنا کسی طرح احدیت کا محتاج نہیں جیسا کہ سید الطائفہ حضرت جنید قدس سرہ نے فرمایا کہ الآن کما کان (وہ جیسا تھا اب بھی ہے) اتنی دونوں تعبیرات کی شانوں سے جبکہ مقام واحدیت پھر اپنے چہرے سے پردہ ہٹائے اور ہمیشہ افق تجلی پر ہے لہذا وہ عالم فانی کو پھر زندہ فرمائے گا۔ یہ سب اس کی حکمت کہ مخلوق کو دوبارہ وجود کا لباس بخشا جائے گا اور پھر واپس نہ لیا جائے گا اور یہ اس کی حکمت تو خداوند جل علا ہی جانے

چوبیسواں نور جب حضرت آدم علیہ السلام کا قالب تیار ہوا تو تمام عالم ملکوت میں آپ کی خلافت الہیہ کی شہرت ہوئی تو ملا اعلیٰ کے فرشتے ابلیس کے پاس پہنچے اور کہا کہ تو نے ان کا بدن کو دیکھا ہے اس جسم مرکب کو خلیفہ الٰہی کہتے ہیں ہمیں سمجھ نہیں اس طرف کوئی راستہ نہیں ملتا۔ ابلیس نے آدم علیہ السلام کے اس بے جان جسم میں داخل ہوا اور کچھ دیر بعد باہر آکر بولا کہ میں نے اس جسم کو دیکھا، مجھے ولی جد حقیقت سے کوئی نہیں ملی اس لئے کہ وہ جسم پٹھوں، رگوں، خون، ہڈیوں، گوشت اور چربی وغیرہ سے مل کر بنایا گیا ہے۔ خون جوش میں آکر سیلاب کی طرح دوڑے گا، پٹھوں میں تناؤ پیدا کرے گا ایک دوسرے سے جنگ وجدل کرے گا اور پھر اس سے ہر طرح سے گناہ اور نافرمانیاں سرزد ہوں گے اور یہ ساری باتیں منصب نبوت کے خلاف ہیں البتہ اس جسم کے بائیں جانب میں ایک کوٹھری پائی کہ اس میں کوئی چیز بطور امانت پوشیدہ ہے۔ میں نے اس طرف سیر کی طاقت نہیں پائی مجبور ہو کر واپس آگیا تو اللہ کی خلافت کا سبب اگر کچھ ہے تو وہی پوشیدہ چیز وہ امانت ہے ورنہ وہ تو کچھ بھی نہیں۔

صوفیائے کرام تحریر فرماتے ہیں کہ وہ امانت عشق محبت خداوندی کا راز تھا کہ آدم علیہ السلام کے دل میں اسے امانت بنا کر رکھ دیا اور آدم کو اس پر شیدا کردیا یہ چیز کسی دوسری مخلوق کو میسر نہیں۔ سب جانتے ہیں

لے کہ آدم محض اس راز کی وجہ سے آدم ہے ورنہ وہ بھی مثل دیگر مخلوق کے تھے۔ تو تم کس راز سے یوں غافل ہو، اسے ترقی کیوں نہیں دیتے۔ اور اپنے خالق کو تلاش کیوں نہیں کرتے، اسے حاصل کیوں نہیں کیجئے۔ اگر تمہیں وہ نصیب ہو جائے تو تم آدمی بن جاؤ گے ورنہ ذلیل رہو گے اور کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اپنے دل میں عشق ہی کو زیادہ کرو اور اپنے آپ کو اس ذات پاک کا طالب بناؤ تا کہ تم کچھ بن جاؤ کہ لوگ کہیں کہ تم بھی مرد خدا ہو۔

پچیسواں نور نسبتیں دو طرح کی ہوتی ہیں پہلی عاشقانہ یعنی عاشق کا معشوق کے ساتھ تعلق کامل ہو جانا اور دوسری معشوقانہ یعنی معشوق کا عاشق کے ساتھ تعلق کا زیادہ ہونا۔ پہلی نسبت خلیلی ہے اور دوسری حبیبی۔

خلیلی یہ ہے کہ طالب کے تمام کام محبوب کی مرضی کے مطابق ہوں اور حبیبی یہ ہے کہ مطلوب کے تمام کام طالب کی رضا کے موافق ہوں۔ اولیاء اللہ انہیں دو نسبتوں کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ بعض کی نسبت عاشقانہ ہوتی ہے بعض کی محبوبانہ۔ نسبت کے معنی یہ ہیں کہ دل کا تعلق ہمیشہ رب تبارک وتعالیٰ سے رہے اور سب سے منقطع رہے اور اس جملے سے کہ فلاں صاحب نسبت ہے یہی معنی ہیں کہ اس کا دلی تعلق اللہ تعالیٰ سے ہے۔

چھبیسواں نور طلب صادق طالب کو اللہ کے علم سے وہ درجہ حاصل کرنے سے محروم نہیں رکھتی اگرچہ اس کا پیر ناقص ہو بلکہ کبھی کبھی تو ایسا پیر بھی مرید کی سچی طلب کی برکت سے درست ہو جاتا ہے۔ منقول ہے کہ ایک صاحب کو ہمیشہ پیر کی تلاش رہتی تھی مگر انہیں ان کی مرضی کے مطابق کوئی پیر نہ مل سکا۔ آخر ایک روز پریشان ہو کر قسم کھائی کہ آج کی رات جو شخص میرے گھر آئے گا اسی کا مرید ہو جاؤں گا۔ اتفاق سے اس رات ان کے گھر میں چور گھس آیا۔ اس طالب صادق نے، کہ جاگ رہا تھا، فوراً اس کا ہاتھ تھام لیا اور کہا کہ مجھے مرید کر لیجئے۔ چور پہلے تو ڈرا لیکن پھر اسے بے وقوف جان کر مریدی میں قبول کر لیا کہ شاید اس طرح پیچھا چھوٹ جائے۔ پھر جب چور نے اسے مرید کر لیا تو اس نے کہا کہ اب مجھے حکم دیجئے کہ میں اس میں مشغول ہو جاؤں اور خدا تک پہنچوں۔ چور بے چارہ کو کیا معلوم (جس نے سلیمان علیہ السلام کو نہ دیکھا ہو وہ پرندوں کی بولی کیا سمجھے) لیکن اپنے چھٹکارے کے لیے اس سے چند کلمے کہے کہ تمام خاندان سے الگ ہو کر جنگل میں چلے جاؤ اور وہاں تنہائی میں بیٹھ کر یاد الٰہی کرو اور اللہ اللہ کرتے رہو اور دل کو حاضر رکھو۔ طالب صادق اس تعلیم کو سنتے ہی اپنے خاندان سے تعلق ختم کر کے جنگل میں چلا گیا اور عبادت الٰہی میں مصروف ہو گیا چونکہ پیر ناقص تھا اس لئے خدا تک رسائی نہ ہوئی۔ بارگاہ الٰہی سے حضرت خضر علیہ السلام کو حکم ہوا کہ اس چور کو تعلیم دے کر درجہ کمال تک پہنچاؤ اور اس سے کہو کہ ہمارے جس

طالب صادق ہو تو مرید پیر سے بھی آگے نکل جاتے ہیں۔ چنانچہ حضور علیہ السلام کی تعلیم سے حضرت کی ... پیر کی بھی چھوٹی سی دو وصاحب حال ہو کر مرید کے پاس پہنچے اسے بھی حد رسیدہ بنادیا۔ دیکھئے طالب کی طلب صادق نے پیر ناقص کے ساتھ کیا کیا اور کیا ہو گیا۔

ستائیسواں نور میں نے اپنے شیخ (شاہ آل رسول) کی خدمت میں عرض کیا کہ بعض درویشوں کو بارہا حرام اور مردار کھاتے دیکھا گیا ہے۔ کئی بار دیکھا گیا کہ انہوں نے مرے ہوئے جانور کے گوشت اور چربی کو استعمال کیا اور بظاہر وہ مجذوب و مجنوں کی صورت بھی نہیں رکھتے بلکہ کبھی کبھی تو وہ دوسروں کو بھی اس میں سے کھلا دیتے ہیں جب ہم نے دیکھا تو وہ حلوہ نکلا۔ یہ کیا راز ہے۔ ارشاد فرمایا کن فیکون۔ یہ باری تعالیٰ کی صفت ہے۔ جب بندہ فانی محض ہو کر اس صفت کا مظہر بن جاتا ہے تو اسے یہ قدرت حاصل ہو جاتی ہے کہ وہ چیز اس کی حقیقت کو بدل دے۔ تو وہ اگر مردے کو زندہ کہہ دے تو وہ زندہ ہو جائے اور زندہ کو مردہ کہہ دے تو مردہ ہو جائے اگر وہ مردار کے گوشت کو حلوہ کہہ دے تو حلوہ ہو جائے اور حلوے کو اگر فضلہ کہہ دے تو فضلہ ہو جائے۔ وہ زہر ہلاہل کو تریاق اور تریاق کو زہر ہلاہل کر دے چنانچہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے زہر کھا لینے کا واقعہ مشہور ہے تو جب اسے اس صفت سے حصہ مل گیا اور وہ فضلہ و حلوہ سمجھ کر کھائے تو تعجب کی کیا بات ہے کہ وہ اس کی قوت کرامت سے حلوہ ہو چکا ہے اور ظاہر ہے کہ جب ماہیت بدل جاتی ہے تو اس کا حکم بھی بدل جاتا ہے مثلاً انگوری شراب نجس العین اور حرام ہے اگر وہ سرکہ ہو جائے تو اس کا کھانا حلال اور درست ہے۔ یہی حال تمام چیزوں کا ہے اور اب اس میں کوئی خطرہ نہیں میں نے عرض کیا کہ حضور اب میری دلی تسکین ہو گئی۔

اٹھائیسواں نور ایک روز میں نے عرض کیا کہ حضرت روح کیا ہے؟ فرمایا کہ روح صفت حیات باری تعالیٰ کا عکس ہے، جب باری تعالیٰ کی ذات و صفات کا سمجھنا محال ہے تو روح کی حقیقت کیسے جان سکتے ہیں کہ یہ تو اسی کا ظل و عکس ہے۔ (جاری ہے)

ماخوذ سراج العوارف فی الوصایا و المعارف

حدیث

الْعَفْوُ لَا یَزِیْدُ الْعَبْدَ اِلَّا عِزًّا وَالتَّوَاضُعُ لَا یَزِیْدُ اِلَّا رِفْعَةً

ترجمہ عفو درگزر کرنا بندوں کی عزت بڑھاتا ہے اور تواضع وانکساری بندوں کو رفعت (سربلندی) عطا کرتی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ

از: حضرت داتا گنج بخش لاہور

تبع تابعین میں سے امام طریقت، مقتدائے اہل سنت، شرف فقہا، عز علماء سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت خزاز رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ عبادات، مجاہدات اور طریقت کے اصول میں عظیم شان مرتبہ پر فائز ہیں۔ ابتدائی زندگی میں آپ نے لوگوں کے ازدحام سے کنارہ کش ہو کر گوشہ نشینی کا قصد فرمایا تاکہ لوگوں میں عزت و حشمت پانے سے دل کو پاک و صاف رکھیں اور ذات اللہ تعالیٰ کی عبادات میں مصروف و منہمک رہیں مگر ایک رات آپ نے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے استخواں مبارک کو جمع کر رہے ہیں اور بعض کو بعض کے مقابلہ میں انتخاب کر رہے ہیں۔ اس خواب سے آپ بہت پریشان ہوئے اور حضرت محمد بن سیرین رضی اللہ عنہ کے ایک مصاحب سے اس خواب کی تعبیر دریافت کی۔ انہوں نے جواب دیا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم مبارک اور آپ کی سنت کی حفاظت میں ایسے بلند درجہ پر فائز ہوں گے گویا آپ اس میں تصرف کر کے صحیح و سقیم کو جدا جدا کریں گے۔ دوسری مرتبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا حضور نے فرمایا اے ابوحنیفہ تمہیں میری سنت کے زندہ کرنے کے لئے پیدا کیا گیا ہے تم گوشہ نشینی کا خیال دل سے نکال دو۔

آپ بکثرت مشائخ متقدمین کے استاد ہیں۔ چنانچہ حضرت ابراہیم بن ادہم، فضیل بن عیاض، داؤد طائی اور حضرت بشر حافی وغیرہ رحمہم اللہ نے آپ سے کسب فیض کیا ہے۔ علماء کے درمیان یہ واقعہ مشہور ہے کہ آپ کے زمانہ میں ابوجعفر المنصور خلیفہ وقت نے یہ انتظام کیا کہ چار علماء میں سے کسی ایک کو قاضی بنا دیا جائے۔ ان چاروں میں امام اعظم رحمہ اللہ کا نام بھی شامل تھا بقیہ تین فرد، حضرت سفیان ثوری، صلہ بن اشیم اور شریک رحمہم اللہ تھے۔ یہ چاروں بڑے متبحر عالم تھے۔ فرستادہ کو بھیجا کہ ان چاروں کو دربار میں لے آئے چنانچہ جب یہ چاروں یکجا ہو کر روانہ ہوئے تو راہ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا میں اپنی فراست کے مطابق ہر ایک کے لئے ایک ایک بات تجویز کرتا ہوں۔ سب نے کہا آپ جو تجویز فرمائیں گے درست ہی ہوگا۔ آپ نے فرمایا میں تو کسی حیلہ سے یہ منصب قضا کو خود سے دور کر دوں گا۔

صدقہ بن اشیم خود دیوانہ بن جائیں۔ سفیان ثوری بھاگ جائیں اور شریک قاضی بن جائیں۔ چنانچہ حضرت سفیان ثوری نے اس تجویز کو پسند کیا اور راستے ہی سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ ایک کشتی میں گھس کر کہنے لگے مجھے پناہ دو لوگ میرا سر کاٹنا چاہتے ہیں۔ اس کہنے میں اشارہ تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی طرف تھا کہ "من جعل قاضیا فقد ذبح بغیر سکین"۔ جسے قاضی بنا دیا گیا اسے بغیر چھری کے ذبح کر دیا گیا۔ ملاح نے انہیں کشتی کے اندر چھپا دیا۔ بقیہ تینوں علماء منصور کے دربار پہنچ گئے۔ منصور نے امام اعظم کی طرف متوجہ ہو کر کہا آپ منصب قضا کے لئے بہت مناسب ہیں؟ امام اعظم نے فرمایا کہ میں عربی نہیں ہوں۔ اس لئے سردار عرب میرے حاکم بننے پر راضی نہ ہوں گے۔ منصور نے کہا اس کو تو یہ منصب حسب ونسب سے تعلق نہیں رکھتا یہ علم وفراست سے تعلق رکھتا ہے چونکہ آپ تمام علمائے زمانہ سے افضل ہیں اس لئے آپ ہی اس کے لئے زیادہ موزوں و لائق ہیں۔ امام اعظم نے فرمایا میں اس منصب کے لائق نہیں۔ پھر فرمایا میرا یہ کہنا کہ میں اس منصب کے لائق نہیں، اگر سچ ہے تو میں اس کے لائق نہیں اور اگر جھوٹ ہے تو جھوٹے کو مسلمانوں کا قاضی نہیں بنانا چاہئے اور تم خدا کی مخلوق کے حاکم ہو تو تمہارے لئے ایک جھوٹے کو اپنا نائب بنانا اور لوگوں کے اموال کا معتمد اور مسلمانوں کی ناموس کا محافظ مقرر کرنا مناسب نہیں ہے۔ اس حیلہ سے آپ نے منصب قضا سے نجات پالی۔

اس کے بعد منصور نے حضرت صدقہ بن اشیم کو بلایا۔ انہوں نے خلیفہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔ اے منصور تیرا کیا حال ہے اور تیرے لڑکے بچے کیسے ہیں؟ منصور نے کہا یہ تو دیوانہ ہے اسے نکال دو۔ اس کے بعد حضرت شریک کی باری آئی اس سے کہا آپ منصب قضا سنبھالیے۔ انہوں نے فرمایا میں سوداوی مزاج کا آدمی ہوں اور میرا دماغ بھی کمزور ہے۔ منصور نے جواب دیا اعتدال مزاج کے لئے شربت اور شیرے وغیرہ استعمال کرنا تاکہ دماغی کمزوری دور ہو کر عقل کامل حاصل ہو جائے۔ غرضیکہ منصب قضا حضرت شریک کے حوالہ کر دیا گیا اور امام اعظم نے انہیں چھوڑ دیا اور پھر کبھی بات نہ کی۔ اس واقعہ سے آپ کا کمال دو حیثیت سے ظاہر ہے ایک یہ کہ آپ کی فراست اتنی ارفع واعلیٰ تھی کہ آپ پہلے ہی سب کی خصلت وعادت کا جائزہ لے کر صحیح اندازہ لگا لیا کرتے تھے اور دوسرے یہ کہ احتیاط کی راہ پر گامزن رہ کر خود کو مخلوق سے بچائے رکھنا تاکہ مخلوق میں ریاست وجاہ کے ذریعہ نخوت نہ پیدا ہو جائے۔ یہ حکایت اس امر کی قوی دلیل ہے کہ اپنی صلاحیت وسلامتی کے لئے کنارہ کشی بہتر ہے حالانکہ آج حصول جاہ ومرتبہ اور منصب قضا کی خاطر لوگ سرگرداں رہتے ہیں۔ کیونکہ لوگ خواہش نفسانی میں مبتلا ہو کر راہ حق وصواب سے دور ہو چکے ہیں۔ اور لوگوں نے امراء کے دروازوں کو قبلہ حاجات بنا رکھا ہے اور حکام کے گھروں کو اپنا بیت المعمور سمجھ لیا ہے اور جابروں کی مسند کو "قاب قوسین اوادنیٰ" کے برابر جان رکھا ہے جو بات بھی ان کی مرضی

کے خلاف ہو وہ اس سے انکار کر دیتے ہیں۔

حکایت : غزنی میں ایک مدعی علم و امامت سے ملاقات ہوئی۔ اس نے کہا کہ گدڑی پہننا بدعت ہے، میں نے جواب دیا حشیشی اور دیبقی لباس جو کہ خالص ریشم کا ہوتا ہے جسے شریعت نے حرام قرار دیا ہے اس کو پہننا اور ظالموں کی منت و سماجت اور تملق و چاپلوسی کرنا تا کہ اموال حرام مطلب مل سکے کیا یہ جائز ہے؟۔ کیا شریعت نے اسے حرام نہیں کیا ہے؟ اسے بدعت کیوں نہیں کہتے؟ بھلا وہ لباس جو حلال ہو اور حلال مال سے بنا ہو وہ کیسے حرام ہو سکتا ہے۔ اگر تم پر نفس کی رعونت اور طبیعت کی ضلالت مسلط نہ ہوتی تو تم اس سے زیادہ پختہ بات کہتے۔ کیونکہ ریشمی لباس عورتوں کے لئے حلال ہے اور مردوں پر حرام، اور جو دیوانے اور پاگل ہیں جن میں عقل و شعور نہیں ان کے لئے وہ مباح ہے۔ اگر ان دونوں باتوں کے قائل ہو کر خود کو معذور گردانتے ہو تو افسوس کا مقام ہے۔

حکایت : سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت نوفل بن حیان رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ قیامت برپا ہے اور تمام لوگ حساب گاہ میں کھڑے ہیں۔ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ حوض کوثر کے کنارے کھڑے ہیں اور آپ کے دائیں بائیں بہت سے بزرگ موجود ہیں۔ میں نے دیکھا کہ ایک بزرگ جن کا چہرہ نورانی اور بال سفید ہیں حضور کے رخسار مبارک پر اپنا رخسار رکھے ہوئے ہیں۔ اور ان کی برابر حضرت نوفل موجود ہیں جب حضرت نوفل نے مجھے دیکھا تو وہ میری طرف تشریف لائے اور سلام کیا میں نے ان سے کہا مجھے پانی عنایت فرمائیں۔ انہوں نے فرمایا میں حضورؐ سے اجازت لے لوں۔ پھر حضور نے انگشت مبارک سے اجازت مرحمت فرمائی اور انہوں نے مجھے پانی دیا۔ اس میں سے کچھ پانی تو میں نے پیا اور کچھ اپنے رفقا کو پلایا لیکن اس پیالہ کا پانی ویسا کا ویسا ہی رہا کم نہیں ہوا۔ پھر میں نے حضرت نوفل سے پوچھا حضور کی داہنی جانب کون بزرگ ہیں؟۔ فرمایا یہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام ہیں اور حضور کی بائیں جانب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔ اسی طرح میں معلوم کرتا رہا یہاں تک کہ 17 / بزرگوں کی بابت دریافت کیا۔ جب میری آنکھ کھلی تو ہاتھ کی انگلیاں 17 / عدد پر پہنچ چکی تھی۔

حکایت: حضرت یحیٰی بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو میں نے عرض کیا ''یا رسول اللہ این اطلبک'' اے اللہ کے رسول آپ کو (روز قیامت) کہاں تلاش کروں؟'' قال عند علم ابی حنیفہ'' فرمایا ابوحنیفہ کے علم میں (یا) ان کے جھنڈے کے پاس۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کا ورع اور آپ کے فضائل و مناقب اس کثرت سے منقول و مشہور ہیں کہ ان سب کے بیان کی یہ کتاب متحمل نہیں ہو سکتی۔

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ملک شام میں مسجد نبوی شریف کے موذن حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کے روضۂ مبارک کے سرہانے سویا ہوا تھا۔ خواب میں دیکھا کہ میں مکہ مکرمہ میں ہوں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بزرگ کو آغوش میں بچے کی طرح لئے ہوئے باب شیبہ سے داخل ہو رہے ہیں۔ میں نے فرط محبت میں دوڑ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک کو بوسہ دیا میں اس حیرت وتعجب میں تھا کہ یہ بزرگ کون ہیں حضور کو اپنی معجزانہ شان سے میری باطنی حالت کا اندازہ ہوا تو حضورؐ نے فرمایا یہ تمہارے امام ہیں جو تمہارے ہی ولایت کے ہیں۔ یعنی ابوحنیفہؒ اس خواب سے یہ بات منکشف ہوئی کہ آپ کا اجتہاد حضورؐ کی متابعت میں بے خطا ہے اس لئے کہ وہ حضور کے پیچھے خود نہیں جا رہے تھے بلکہ حضورؐ خود انہیں اٹھائے لئے جا رہے تھے۔ کیونکہ وہ باقی الصفت یعنی تکلف وکوشش سے چلنے والے نہیں تھے۔ بلکہ فانی الصفت اور شرعی احکام میں باقی وقائم تھے۔ جس کی حالت باقی الصفت ہوتی ہے وہ خطا کار ہوتا ہے یا راہ یاب لیکن جب انہیں لے جانے والے حضورؐ خود ہیں تو وہ فانی الصفت ہو کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت بقا کے ساتھ قائم ہوئے۔ چونکہ حضور سے خطا کے صدور کا امکان ہی نہیں اس لئے جو حضور کے ساتھ قائم ہو اس سے خطا کا امکان نہیں۔ یہ ایک لطیف اشارہ ہے۔

حکایت: حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ جب حصول علم سے فارغ ہو گئے اور ان کا شہرۂ آفاق میں پھیل گیا اور یگانۂ روزگار عالم تسلیم کر لئے گئے: تب وہ حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کی خدمت میں اکتساب فیض کے لئے حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اب کیا کروں؟ امام اعظمؒ نے فرمایا "علیک بالعمل فان العلم بلا عمل کالجسد بلا روح" یعنی اب تمہیں اپنے علم پر عمل کرنا چاہئے کیونکہ بلا عمل کے علم ایسا ہے جیسے بلا روح کے جسم ہوتا ہے۔ عالم جب تک باعمل نہیں ہوتا اسے صفائے قلب اور اخلاص حاصل نہیں ہوتا۔ جو شخص محض علم پر ہی اکتفا کر لے وہ عالم نہیں ہے۔ عالم کے لئے لازم ہے کہ وہ محض علم پر قناعت نہ کرے کیونکہ عین علم کا اقتضا یہی ہے کہ باعمل بن جائے جس طرح کہ عین ہدایت، مجاہدے کی متقضی ہے اور جس طرح مشاہدہ بغیر مجاہدے کے حاصل نہیں ہوتا۔ اسی طرح علم بغیر عمل کے سودمند نہیں ہوتا۔ کیونکہ علم عمل کی میراث ہے علم میں نور ووسعت اور ان کی منفعت، عمل ہی کی برکت کا ثمرہ ہوتا ہے کسی صورت سے بھی علم عمل سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔ جیسے کہ آفتاب کا نور کہ وہ عین آفتاب سے ہے اس سے جدا نہیں ہو سکتا۔ یہی حال علم وعمل کے مابین ہے۔ ابتدائے کتاب میں علم وعمل پر کچھ بحث کی جا چکی ہے۔

ماخوذ: کشف المحجوب

وباللہ التوفیق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اولیاء اللہ کے ابتلاء کا سبب

از: حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہ

حضرت قطب ربانیؒ نے ارشاد فرمایا ''اللہ تعالیٰ اپنے بعض محبوب و برگزیدہ بندوں کو مصائب وشدائد میں اس لئے مبتلا فرماتا ہے کہ وہ مخلوقات سے بیزار و برگشتہ ہو کر اس کی طرف زیادہ سے زیادہ رجوع کریں اور اس سے دعائیں مانگیں کیونکہ وہ ان کی دعاؤں اور عرض حاجات کو نہایت پسند فرماتا ہے اور ان کے سوالات کی قبولیت واجابت کو دوست رکھتا ہے تا کہ اپنے جود وکرم کو انتہائی وسعت وفیاضی کے ساتھ ان پر صرف فرمائے جب ایسے برگزیدہ اولیاء اللہ تعالیٰ کے حضور عرض حاجات کرتے ہیں تو خود اللہ تعالیٰ کا جود وکرم بھی اللہ سے اجابت وقبولیت دعا کا تقاضا کرتا ہے۔ چنانچہ دعا قبول ہو جاتی ہے لیکن بعض اوقات عدم قبولیت کے باعث نہیں بلکہ کسی مصلحت الٰہی کے تحت اس کی تعمیل میں تاخیر ہو جاتی ہے جو مومنین کے لئے اضطراب کی وجہ نہیں۔ پس ہونا یہ چاہئے کہ بندہ مصائب کے دوران ذکر الٰہی کا التزام کرے اور اوامر ونواہی کی پیروی اختیار کرے اور اپنی حاجات وضروریات اللہ تعالیٰ کے حضور پے در پے عرض کرے۔ کیونکہ اسی نے ارشاد فرمایا ''ادعونی استجب لکم'' تم میرے حضور اپنی حاجات وضروریات عرض کرو، میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا۔'' نیز بندہ مصیبت واذیت کے زمانہ میں عجز وتضرع اور خشوع وخضوع کو ہرگز نہ چھوڑے اور اس پر مداومت کرے کیونکہ جیسا کہ بیان کیا گیا بعض اوقات اللہ تعالیٰ مصائب وشدائد ہی کے ذریعہ مومن سے متواتر دعائیں کرانا چاہتا ہے اور غفلت ومعصیت کو اس سے دور کر کے اسے اپنا مقرب وپسندیدہ بنانا چاہتا ہے۔

(ماخوذ: فتح الغیب)

اَنْوَارُالصُّوفِیَّة

بنگلور

فہرست

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱	اغراض و مقاصد	۲
۲	پیش لفظ	۳
۳	حمد باری تعالیٰ	۴
۴	نعت شریف	۵
۵	آیات قرآنی شان حبیب الرحمٰن	۶
۶	کتاب الصلوٰۃ	۱۲
۷	سر الاسرار	۱۷
۸	معارف شمس وتبریز	۲۱
۹	توحید کے دس اصول	۲۷
۱۰	بوستان سعدی	۳۳
۱۱	در بیان ربط قلب	۳۷
۱۲	گلستان سعدی	۴۱
۱۳	فتوح الغیب	۴۷
۱۴	دیوان حافظ	۵۰
۱۵	عقیدۂ اہلسنت	۵۲
۱۶	امام اعظم ابو حنیفہؒ	۶۰
۱۷	اولیاء اللہ کے ابتلا کا سبب	۶۴